جہادِ اکبر

(مبارزہ با نفس)

امام خمینیؒ

ادارہ تنظیم و نشر آثار امام خمینیؒ نمائندگی برِصغیر

10,112
No. 5050
Date 30/3/98
Section
Status
D.D. Class
NAJAFI BOOK LIBRARY

جهاد اکبر

یا

مبارزه با نفس

امام خمینی ره

جملہ حقوق بحقِ ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب ——— جہادِ اکبر
مصنّف ——— امام خمینیؒ
ناشر ——— ادارۂ تنظیم ونشر آثار امام خمینیؒ
طبع اوّل ——— رمضان سنہ ۱۴۱۱ھ
قیمت ——— ۲۲ روپے

طباعت ——— نیو سلمان پرنٹنگ پریس۔ کراچی
فون ۴۸۲۲۸۷

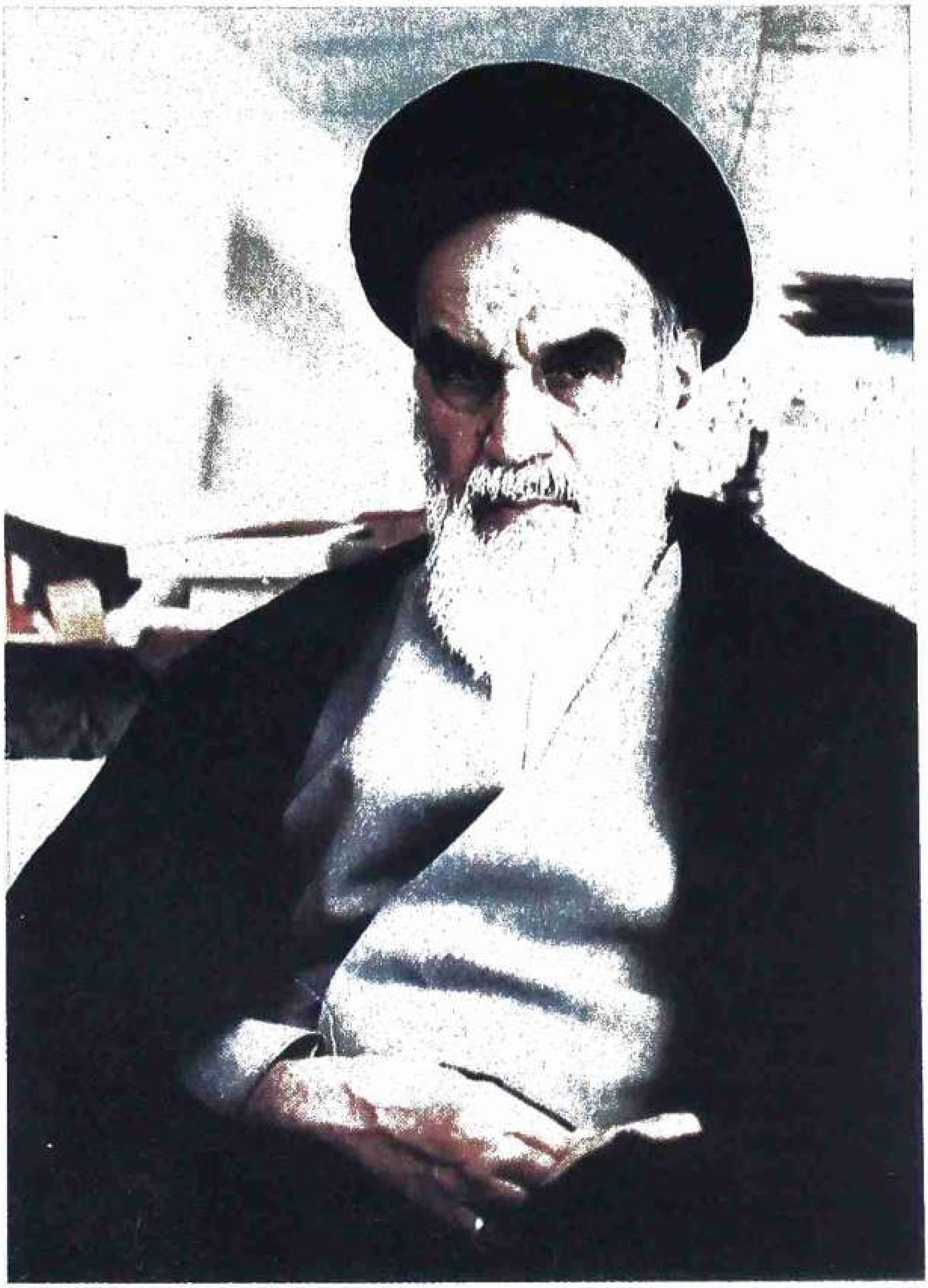

فہرست

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
۱	زندگی کا ایک سال	۹
۲	علماء کی عظیم ذمّہ داریاں	۱۳
۳	علماء کے بھیس میں پیشہ ور دین ساز	۲۷
۴	تعلیم کو تربیت کے ساتھ توأم ہونا چاہیئے	۳۳
۵	علمی مراکز کے انحطاط کا ڈر	۴۱
۶	اختلافات کیوں ؟	۴۷
۷	عنایاتِ خداوندی	۵۹
۸	مناجاتِ شعبان	۶۵
۹	اللہ کی مہمانی	۷۵
۱۰	نور و ظلمت کے حجاب	۹۵
۱۱	علم و ایمان کا مرحلہ	۱۰۰
۱۲	سلوک میں پہلا قدم بیداری ہے	۱۰۶
۱۳	بیدار باش کی صدا	۱۲۳

بسمِ اللہِ الرَّحمٰنِ الرَّحیمْ

پیشِ گفتار

برصغیر کے مسلمانوں کو ہمیشہ اسلامی دنیا کے حادثات کے سلسلے میں دلچسپی رہی ہے اور اسلام کے فروغ کے لیے انھوں نے بڑی قابلِ قدر خدمات انجام دی ہیں، چنانچہ جب اسلامی انقلاب کا ظہور ہوا تو اس علاقے کے مسلمانوں نے انقلاب کے عظیم الشان رہبر حضرت امام خمینیؒ اور اس سوغات کے بارے میں بڑی دلچسپی دکھائی جسے انقلاب اپنے ساتھ لایا تھا۔ اس علاقے کے قابلِ قدر کاموں میں ایک کام یہ ہے کہ یہاں مختلف مذہبی اداروں اور انجمنوں نے امام خمینی کی کتابوں اور ان کے آثار وافکار کو ترجمہ کے مراحل سے گذار کر بڑی تعداد میں شائع کیا جسے سب نے پڑھا اور پسند کیا۔

ادارہ تنظیم و نشر آثار امام خمینی کو جو مجلسِ شورایٰ اسلامی کے منظور شدہ قانون کے تحت اور حضرت امام خمینیؒ کے حکم کے اجراء کی غرض سے وجود میں آیا اور جس کے اختیارات کو حضرت امام خمینیؒ نے رحلت سے قبل جناب حجت الاسلام والمسلمین حاج سیّد احمد خمینی کے سپرد کیا تھا۔ ان انجمنوں اور اسلامی تنظیموں کا شکریہ ادا کرتا ہے جنھوں نے اپنی ذمہ داری سمجھتے ہوئے امام خمینیؒ کے افکار و نظریات کی نشر و اشاعت کے لیے اپنی تمام

کوششیں صرف کیں اور انھیں یہ اطلاع فراہم کرتا ہے کہ حضرت امام خمینیؒ کے آثار کے مروجہ زبانوں میں ترجمہ اور اشاعت کے لیے برصغیر میں ایک ادارہ کا قیام عمل میں آیا ہے اور اُمید ہے آپ سب دوستوں کی کوششیں اسے بارآور بنانے میں کامیاب ہوں گی۔

ہر کوئی اچھی طرح جانتا ہے کہ حضرت امام خمینیؒ کے افکار و آراء نے اسلام کے چہرے سے غبار کی تہہ جھاڑ دی اور اس موجودہ دور میں اسلام کو ایک حیات آفریں عقیدہ اور دُنیا و آخرت کی سعادت کا ضامن گردانا اور اسلامی جمہوریہ کے نام سے ایک سیاسی نظام کو عوامی، اسلامی اور ترقی پذیر حکومت کی بہترین مثال بنا کر پیش کیا، اور اب اسے اس دور میں اور بعد کے زمانے میں بھی اسلام اور مسلمانوں کی حفاظت کے لیے باقی اور پر رونق رہنا ہے۔

امام خمینی رحمتہ اللہ علیہ کا تعلق دنیائے اسلام اور پوری مُسلم اُمّہ سے تھا اور یہی وجہ ہے کہ ان کے افکار کی اشاعت میں سبھی لوگوں کا حصّہ ہے۔

ادارہ تنظیم و نشر آثار امام خمینیؒ اس سلسلے میں ان تمام افکار و آراء کا استقبال کرتا ہے جو ان کوششوں کو زیادہ مفید بنانے میں ادارہ کے ممد و معاون ہوں گے اور یہ اُمید کرتا ہے کہ

تمام اسلامی اور انقلابی انجمنیں اور تنظیمیں حضرت امام خمینیؒ کے آثار کو شائع کرنے سے پہلے ادارہ کو اپنی کوششوں سے ضرور باخبر رکھیں گی اور اس انتہائی دقیق اور فنّی کام میں ادارہ کے تجربات، یقیناً ان کے لیے مفید ثابت ہوں گے۔

سرپرستِ اعلیٰ
ادارۂ تنظیم و نشر آثار امام خمینی
برصغیر

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

زندگی کا ایک سال

ہماری زندگی کا ایک اور سال گزر گیا۔ آپ جوان بڑھاپے کی طرف اور ہم بوڑھے، موت کی جانب پیش قدمی کر رہے ہیں۔ آپ سب اپنے یکسالہ تعلیمی دور میں اپنی سطح علمی اور علمی مواد سے بخوبی واقف ہیں جو آپ نے جمع کیا۔ آپ کو معلوم ہو گا کہ آپ نے کتنا علم حاصل کیا ہے اور آپ اپنے علم کے اضافہ کرنے میں کس قدر کامیاب ہوئے۔ لیکن کیا آپ نے تہذیب، اخلاق، آدابِ شرعیہ، معارف الہیہ اور تزکیہ نفس کے بارے میں بھی کبھی کوئی توجہ دی ہے اور اس سلسلے میں کوئی پروگرام مرتّب کیا ہے؟ افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ اس ضمن میں ابھی تک کوئی

قابلِ توجّہ کام نہیں ہوا ہے اور آپ نے اپنی اصلاح و تہذیب کے معاملہ میں کوئی بہتر اور بلند قدم نہیں اٹھایا ہے۔

کسبِ فضائل اور ترک رذائل کے سلسلے میں دینی مراکز کے تقاضے

اس وقت علمی مراکز علمی مسائل کے حصول کے ساتھ ساتھ اخلاقی مسائل معنوی اور روحانی علوم کے سیکھنے اور سکھانے کے محتاج ہیں۔ انھیں اخلاقی رہنماؤں، روحانی قوّتوں پر درستی کرنے والے یعنی مربّیوں اور وعظ و نصیحت کے جلسوں کی بھی اشد ضرورت ہے۔

علمی مراکز میں اخلاقی اور اصلاحی پروگرام، تہذیب و تربیت کی کلاسیں اور معارف الہیہ کے ان دروس سے متعلق انتظامات ضروری ہیں کہ جو انبیاء علیہم السّلام کی بعثت کا اصل مقصد ہیں۔ افسوس ہے کہ علمی مراکز میں مذکورہ مسائل کی طرف بہت کم توجّہ دی جاتی ہے اور وہاں معنوی اور روحانی علوم انحطاط پذیر ہیں۔ اور اس بات کا ڈر ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ علمی مراکز، آنیوالے زمانے میں علماء اخلاق، مہذب اور معقول مربّی اور اچھے باخدا انسانوں کو

جنم دینے سے معذور رہوں اور تمہیدی مسائل میں بحث وتمحیص اور تحقیق وتفحص ان اصلی اور بنیادی مسائل کے لئے موقع فراہم نہ کرے کہ جو قرآنِ کریم، بنی عظیم اور تمام انبیاء اور اولیاء کا مطمح نظر ہیں۔ کیا ہی مناسب ہو اگر وہ فقہائے عظّام اور مدرسین عالی مقام جو مرکز علوم کے روحِ رواں ہیں اپنے درس کے دوران اخلاقی تہذیب وتربیت کی سعی اور کوشش فرمائیں معنوی واخلاقی فضائل کی جانب کما حقّہ توجّہ دیں۔ اِن مراکزِ علمی کے طلباء کے لئے یہ اشد ضروری ہے کہ وہ عمدہ خصوصیات، ملکات اور تہذیبِ نفس حاصل کرنے کی جستجو کریں، اور اِن اہم فرائض اور ذمّہ داریوں کو اہمیّت دیں جو اُن کے کاندھوں پر ہے۔ آپ حضرات جو آج کل ان علمی مراکز میں تعلیم حاصل کر رہے ہیں اور خواہاں ہیں کہ معاشرہ اور قوم وملّت کی رہبری اور ہدایت اپنے ذمّہ لیں، یہ خیال نہ کریں کہ آپ کا فریضہ صرف اتنا ہے کہ آپ چند اصطلاحات یاد کرلیں اور بس! آپ کی کچھ اور ذمّہ داریاں بھی ہیں۔ آپ کو ان مدارس ومراکز میں رہ کر اپنے آپ کو اتنا سنوارنا اور اپنی اتنی تربیت کرنا ہے کہ آپ جب کسی شہر یا دیہات میں جائیں تو اس میں رہنے والے لوگوں کی ہدایت کرسکیں اور انھیں مہذب بنا سکیں۔

آپ سے یہ توقع کی جاتی ہے کہ جب آپ مرکزِ علم و فقہ سے فارغ التحصیل ہوں تو خود تہذیب اور اخلاق سے آراستہ ہوں تاکہ باقی لوگوں کو ان خصوصیات سے مزّین کر سکیں اور انھیں اسلام کے آداب اور اخلاقی دستور کے مطابق تربیت دے سکیں۔

علماء کی عظیم ذمّہ داریاں

آپ کی ذات پر اہم ترین ذمّہ داریاں عائد ہیں۔ اگر آپ نے مراکزِ علم میں رہ کر اپنے فرائض پر عمل نہ کیا، اپنی تربیتِ نفس نہ کی، صرف کچھ اصطلاحات یاد کرنے پر زور دیتے رہے اور صرف مسائلِ اصول وفقہ کو درست کرتے رہے تو (مبادا) آئندہ آپ اسلامی معاشرہ کے لئے ضرر رساں ثابت ہوں گے۔ ممکن ہے کہ (العیاذ باللہ) آپ ہی کی وجہ سے لوگ دین سے منحرف ہو جائیں اور گمراہی میں مبتلا ہو جائیں۔ اگر آپ کے کردار اور گفتار کی وجہ سے ایک شخص بھی گمراہ ہو کر اسلام سے پھر گیا تو آپ عظیم تر گناہ کے مرتکب ہوں گے اور پھر مشکل ہے کہ آپ کی توبہ بھی قبول ہو سکے اور اگر آپ کے ہاتھوں صرف ایک شخص ہدایت یافتہ ہو جائے تو روایت کے مطابق

وہ ان تمام چیزوں سے بہتر ہے کہ جن پر آفتاب کی روشنی پڑتی ہے اور وہ اس سے ضیاء پوش ہو جاتے ہیں۔

آپ کے فرائض اور ذمہ داریاں عام لوگوں کے فرائض سے مختلف ہیں۔ کتنے ایسے امور ہیں جو عوام النّاس کے لئے مباح ہیں، لیکن آپ کے لیے درست نہیں بلکہ ممکن ہے کہ حرام ہوں۔ لوگ آپ کے بارے میں بہت سے مباح امور کے ارتکاب کی توقع نہیں کرتے چہ جائیکہ وہ پست اور ناجائز ہوں اور اگر خدانخواستہ ایسی حرکت آپ سے سرزد ہو جائے تو یہ امر لوگوں کو اسلام اور علماء کے طبقے سے بدظن کر دے گا۔

افسوس تو یہی ہے کہ اگر لوگ آپ کا کوئی ایسا عمل دیکھ لیں جو ان کی توقع اور امید کے خلاف ہو تو وہ دین سے منحرف اور روحانیت و علماء سے برگشتہ ہو جاتے ہیں نہ کہ ایک شخص سے۔ کاش وہ اُسی ایک شخص سے پھر جاتے، اور اُسی کو بُرا سمجھتے۔ جی ہاں اگر وہ ایک عالِم سے کوئی ناشائستہ اور خلافِ ادب و اخلاق عمل دیکھ لیں تو اس کا تجزیہ اور تحقیق نہیں کرتے حالانکہ جس طرح کاروباری افراد کے درمیان کچھ لوگ نامناسب اور کج رفتار ہوتے ہیں اور دفتروں کے اندر بھی بُرے اور خراب لوگ دیکھنے میں آتے ہیں اسی طرح ممکن ہے

علماء میں بھی ایک یا معدودے چند افراد غیر صالح اور گم گشتہ راہ ہوں۔ لیکن جب ایک پرچون والا گرانفروشی کرتا ہے تو کہتے ہیں کہ وہ بے ایمان ہے، اگر ایک عطار کسی بدی کا مُرتکب ہو تو کہتے ہیں کہ فلاں عطار بدنیت ہے لیکن اگر ایک عالم کوئی نامناسب کام انجام دیتا ہے تو یہ نہیں کہتے ہیں کہ فلاں عالم بُرا ہے بلکہ کہا جاتا ہے کہ علماء بُرے ہیں۔ علماء کی ذمّہ داریاں بہت سخت ہیں، اور وہ باقی لوگوں کی نسبت زیادہ جوابدہ ہیں۔ اگر آپ کتابِ کافی اور وسائل الشیعہ کے ان ابواب کا مطالعہ کریں جو علماء کی ذمہ داریوں اور فرائض سے مربوط ہیں تو آپ دیکھیں گے کہ علماء پر عظیم ذمّہ داریاں عائد ہوتی ہیں اس سلسلے کی چند روایات پیش کی جاتی ہیں۔

عَنْ أَبِي بَصِيرٍ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا عَبْدِ اللهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ، يَقُولُ: كَانَ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَقُولُ: يَا طَالِبَ الْعِلْمِ إِنَّ الْعِلْمَ ذُو فَضَائِلَ كَثِيرَةٍ: فَرَأْسُهُ التَّوَاضُعُ وَعَيْنُهُ الْبَرَاءَةُ مِنَ الْحَسَدِ وَأُذُنُهُ الْفَهْمُ وَلِسَانُهُ الصِّدْقُ وَحِفْظُهُ الْفَحْصُ وَقَلْبُهُ حُسْنُ النِّيَّةِ وَعَقْلُهُ مَعْرِفَةُ الْأَشْيَاءِ وَالْأُمُورِ وَيَدُهُ الرَّحْمَةُ وَرِجْلُهُ زِيَارَةُ الْعُلَمَاءِ

وَهِمَّتُهُ السَّلَامَةُ وَحِكْمَتُهُ الْوَرَعُ وَمُسْتَقَرُّهُ النَّجَاةُ وَقَائِدُهُ الْعَافِيَةُ وَمَرْكَبُهُ الْوَفَاءُ وَسِلَاحُهُ لِينُ الْكَلِمَةِ وَسَيْفُهُ الرِّضَا وَقَوْسُهُ الْمُدَارَاةُ وَجَيْشُهُ مُحَاوَرَةُ الْعُلَمَاءِ وَمَالُهُ الْأَدَبُ وَذَخِيرَتُهُ اجْتِنَابُ الذُّنُوبِ وَزَادُهُ الْمَعْرُوفُ وَمَاؤُهُ الْمُوَادَعَةُ وَدَلِيلُهُ الْهُدَى وَرَفِيقُهُ مَحَبَّةُ الْأَخْيَارِ :١

ابو بصیر کہتے ہیں میں نے صادقِ آلِ محمدؐ کو فرماتے ہوئے سُنا ہے۔ امیرالمومنینؑ کا ارشاد ہے کہ "علم کے بہت سے فضائل ہیں۔ پس تواضع وانکساری اُس کا طرّۂ امتیاز، حسد سے دُور رہنا اس کی آنکھ، فہم وذکاء اس کے کان، سچائی اس کا دِل، اشیاء وامور کی معرفت اس کی عقل، رحمت اس کے ہاتھ، علماء کی زیارت اس کے پاؤں، ہمّت وجرأت اس کی پرہیزگاری، حکمت اس کی نجات د جائے قرار۔ عافیت اس کا قائد، وفا اس کی سواری، نرم گفتگو اس کا ہتھیار، رضا اس کی تلوار و کمان، علماء سے

١۔ کافی ج ١ ص ٤٨۔ باب النوادر حدیث ٢

علمی باتیں کرنا اس کا لشکر، ادب اس کا مال و اسباب، گناہوں سے اجتناب اس کا ذخیرہ، نیکی اور بھلائی اس کی زادِ راہ صلح و مصالحت اس کا پانی، ہدایت اس کی دلیل و رہبر اور اچھے لوگوں سے محبّت اس کا رفیق و ساتھی ہے۔

عَنْ أَبِي عَبْدِ اللّٰهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ: اَلْفُقَهَاءُ اُمَنَاءُ الرُّسُلِ مَا لَمْ يَدْخُلُوْا فِي الدُّنْيَا قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ: وَمَا دُخُوْلُهُمْ فِي الدُّنْيَا؟ قَالَ: اِتِّبَاعُ السُّلْطَانِ فَاِذَا فَعَلُوْا ذٰلِكَ فَاحْذَرُوْهُمْ عَلٰى دِيْنِكُمْ: ۱

صادقِ آلِ محمدؑ کا ارشاد ہے کہ رسولِ خداؐ نے فرمایا فقہا رسولوںؑ کے امین ہیں جب تک کہ وہ دُنیا میں داخل نہ ہوں۔" عرض کیا گیا کہ اے اللہ کے رسولؐ! اُن کے دُنیا میں داخل ہونے سے کیا مُراد ہے؟ فرمایا بادشاہ کی اتّباع و پیروی کرنا۔ پس جب وہ ایسا کریں تو اُن سے اپنے دین کے معاملے میں احتیاط کرنا اور ہوشیاری سے اپنا بچاؤ کرنا۔

عَنْ أَبِي عَبْدِ اللّٰهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ

۱۔ کافی ج ۱ ص ۴۶

اِنَّا لَنُحِبُّ مَنْ کَانَ عَاقِلاً فَہِیماً، فَقِیہاً، حَلِیماً، مُدَارِیاً، صَبُوراً، صَدُوقاً، وَفِیّاً، اِنَّ اللّٰہَ خَصَّ الْاَنْبِیاءَ بِمَکَارِمِ الْاَخْلاقِ، فَمَنْ کَانَتْ فِیہِ فَلْیَحْمَدِ اللّٰہَ عَلٰی ذٰلِکَ وَمَنْ لَمْ تَکُنْ فِیہِ، فَلْیَتَضَرَّعْ اِلَی اللّٰہِ عَزَّ وَجَلَّ وَلْیَسْأَلْہُ اِیَّاہَا، قُلْتُ: جُعِلْتُ فِدَاکَ وَ مَا ھُنَّ؟ قَالَ: ھُنَّ الْوَرَعُ وَالْقَنَاعَۃُ وَالصَّبْرُ وَالشُّکْرُ الْحِلْمُ وَالْحَیَاءُ وَالسَّخَاءُ وَالشَّجَاعَۃُ وَالْغَیْرَۃُ وَالْبِرُّ وَصِدْقُ الْحَدِیثِ وَاَدَاءُ الْاَمَانَۃِ :۱

صادقِ آلِ محمدؑ نے ارشاد فرمایا "ہم یقیناً اس شخص کو دوست رکھتے ہیں جو عقلمند، سمجھ دار، فقیہ، حلیم، بُردبار، نرم مزاج، بہت صبر کرنے والا، زیادہ سچّا اور وفادار ہو۔"

بے شک اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام کو مکارمِ اخلاق کے ساتھ مخصوص کیا ہے، پس جس شخص میں یہ اخلاق پائے جائیں تو وہ اللہ تعالےٰ کی حمد و ثناء کرے اور جس میں نہ ہوں تو وہ اللہ کی بارگاہ میں گریہ وزاری کرے اور ان کے

۱- اصولِ کافی ج ۲ ص ۵۶

حصول کے لیے دُعا کرے۔ میں نے عرض کیا کہ آپ پر قربان جاؤں وہ مکارمِ اخلاق کون کون سی ہیں؟ آپ نے فرمایا "دروغ اور حرام کاری سے بچنا، قناعت، صبر، شکر، حلم، سخاوت، شجاعت، غیرت، نیکی کرنا، سچ بولنا اور امانتیں ادا کرنا ہے۔

قَالَ اَمِیرُ الْمُؤْمِنِینَ صَلَوٰاتُ اللّٰهِ عَلَیْهِ:
وَمَا أَخَذَ اللّٰهُ عَلَی الْعُلَمَاءِ أَنْ لَّا یُقَارُّوا عَلٰی کِظَّةِ ظَالِمٍ وَلَا سَغَبِ مَظْلُومٍ : ۱

امیرالمؤمنینؑ نے ارشاد فرمایا "اللہ تعالےٰ نے علماء سے جو عہد لیا ہے وہ یہ ہے کہ وہ ظالم کی شکم پری اور مظلوم کے بھوکے ہونے پر خاموش اور مطمئن نہ بیٹھے رہیں"۔

روایت میں ہے کہ جب جان گلے میں آجاتی ہے تو پھر اس دم کسی عالم کے لیے توبہ کی گنجائش نہیں رہتی اور اس وقت اس کی توبہ قبول نہیں ہوتی اس لیے کہ خداوندِ عالم ان لوگوں سے زندگی کی آخری سانس تک توبہ قبول کرتا ہے کہ جو جاہل ہوں۔

عَنْ جَمِیلِ بْنِ دُرَّاجٍ، قَالَ: سَمِعْتُ اَبَا

۱۔ نہج البلاغہ : خطبہ شقشقیہ

عَبْدِ اللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ یَقُوْلُ: اِذَا بَلَغَتِ النَّفْسُ هٰهُنَا، وَاَشَارَ بِیَدِہٖ اِلٰی حَلْقِہٖ، لَمْ یَکُنْ لِلْعَالِمِ تَوْبَۃٌ، ثُمَّ قَرَءَ: اِنَّمَا التَّوْبَۃُ عَلَی اللّٰہِ لِلَّذِیْنَ یَعْمَلُوْنَ السُّوْءَ بِجَهَالَۃٍ: ۱

جمیل بن درّاج سے روایت ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے امام صادقؑ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ "جب روح یہاں پہنچ جاتی ہے۔ (آپ نے اپنے ہاتھ سے حلق کی طرف اشارہ کیا) تو پھر عالم کے لیے کوئی توبہ نہیں۔"

پھر آپ نے یہ آیت تلاوت کی ؟

"اللہ کے لیے تو صرف ان لوگوں کی توبہ قابلِ قبول ہے جو جہالت، ناواقفیت یا نادانی سے بُرے کام کرتے ہیں۔

عَنْ حَفْصِ بْنِ قِیَاسٍ عَنْ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِؑ قَالَ: یَا حَفْصُ یُغْفَرُ لِلْجَاهِلِ سَبْعُوْنَ ذَنْبًا قَبْلَ اَنْ یُغْفَرَ لِلْعَالِمِ ذَنْبٌ وَاحِدٌ: ۲

ایک دوسری روایت میں آیا ہے

۱۔ وافی ج ۱۔ص۔ ۵۳
۲۔ وافی ج ۱۔ ص۔ ۵۲

جاہل کے ستر گناہ کی بخشش کی نسبت عالم کے ایک گناہ کی بخشش میں دیر ہے۔

اس لیے کہ عالم کا گناہ اسلام اور اسلامی معاشرے کے لیے بڑے نقصان کا باعث ہے۔ عوام اور علم سے بے بہرہ لوگ اگر کسی گناہ کے مرتکب ہوتے ہیں تو صرف آپنے آپ کو بدبختی میں مبتلا کرتے ہیں اور ان کا نقصان ان کی ذات پر وارد ہوتا ہے۔ لیکن اگر کوئی عالم بگڑ جائے اور کوئی بُرا عمل اس سے سرزد ہو جائے تو ایک عالَم کی تباہی کا باعث بنتا ہے اور پھر اسلام اور علماء اسلام اس کا نشانہ بنتے ہیں۔

قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ (ص) : صِنْفَانِ مِنْ اُمَّتِي اِذَا صَلُحَا ، صَلُحَتْ اُمَّتِي ، وَاِذَا فَسَدَا ، فَسَدَتْ اُمَّتِي. قِيلَ : وَمَنْ هُمْ ؟ ـ قَالَ (ص) : اَلْعُلَمَاءُ وَالْاُمَرَاءُ : ١

رسولِ مقبول صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا: "میری اُمّت میں دو طرح کے انسان پائے جاتے ہیں اگر وہ درست ہو جائیں تو میری پوری اُمّت نیک اور اچھی ہوئے اور اگر وہ فاسد اور بدکار ہو جائیں تو میری ساری اُمت بد سے بد تر

١۔ تحف العقول ص ـ ١٣ ـ طبع قدیم

ہو جائے گی"۔ عرض کیا گیا وہ کون ہیں؟ فرمایا علماء اور امراء۔

عَنْ سُلَيْمِ بْنِ قَيْسٍ الْهِلَالِيِّ قَالَ: سَمِعْتُ أَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلَيْهِ السَّلَامُ يُحَدِّثُ عَنِ النَّبِيِّ ص أَنَّهُ قَالَ فِي كَلَامٍ لَهُ: اَلْعُلَمَاءُ رَجُلَانِ: رَجُلٌ عَالِمٌ اٰخِذٌ بِعِلْمِهِ فَهٰذَا نَاجٍ، وَعَالِمٌ تَارِكٌ لِعِلْمِهِ، فَهٰذَا هَالِكٌ. وَاِنَّ اَهْلَ النَّارِ لَيَتَأَذَّوْنَ مِنْ رِيْحِ الْعَالِمِ التَّارِكِ لِعِلْمِهِ: ١

سلیم بن قیس ہلالی سے روایت ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے حضرت امیر المؤمنینؑ کو نبی اکرم صلعم سے حدیث نقل کرتے ہوئے سُنا، آپ نے اپنی گفتگو میں فرمایا۔ " علما دو قسم کے ہیں ایک وہ جو اپنے علم پر عمل کرتا ہے وہ نجات پانے والا ہے، اور دوسرا وہ جو اپنے علم پر عمل نہیں کرتا وہ ہلاک ہو جانے والا ہے اور بے شک جہنّم میں اس نام نہاد عالم کے بدترین وجود سے زیادہ آگ کے شعلے بھڑکیں گے اور جہنّمیوں پر زیادہ عذاب نازل ہوگا۔

یہ جو روایت میں ہے کہ دوزخ والے اُس عالم کی بدبو اور تعفن

٢۔ اصولِ کافی ج۔١۔ص ٤٤

سے سخت اذیت میں ہوں گے کہ جس نے اپنے علم پر عمل نہیں کیا، اس لیے ہے کہ اس دنیا میں اسلام اور اسلامی معاشرے کو نفع اور نقصان پہنچانے کے سلسلے میں عالم اور جاہل میں بڑا فرق پایا جاتا ہے۔

اگر کوئی عالم بگڑ جائے تو ممکن ہے پوری قوم کو اپنی ڈگر پر لے چلے اور انھیں بھی اپنی طرح متعفن کر دے لیکن اگر وہ ایک مہذّب انسان ہو اور اسلامی آداب و رسوم کی پابندی کرتا ہو تو اس معاشرے کو تہذیب اور ہدایت سے ہمکنار کرے گا۔

گرمیوں میں جب میں بعض قصبوں میں جاتا تھا تو وہاں کے لوگوں کو بڑا مودب اور شرعی اصولوں کا پابند پاتا تھا اور اس کی وجہ یہ تھی کہ ان قصبوں کے علماء بڑے صالح اور پرہیز گار تھے۔

اگر کسی قوم، کسی شہر یا کسی صوبہ میں کوئی پارسا اور پرہیزگار عالم موجود ہو تو خود اس کا وجود اس علاقے کے لوگوں کے لیے باعثِ ہدایت و تہذیب ہوگا اگرچہ وہ مُنہ سے کچھ نہ کہے اور تبلیغ وارشاد سے متعلق ایک لفظ بھی اس کی زبان پر نہ آئے۔

عَنْ الْفَضْلِ بْنِ أَبِي قُرَّةَ، عَنْ اَبِي عَبْدِ اللّٰهِ (ع)

قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ (ص) قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ لِعِيْسَى

بْنِ مَرْيَمَ، يَا رُوحَ اللّٰهِ مَنْ نُجَالِسُ؟ قَالَ: مَنْ يُذَكِّرُكُمُ اللّٰهَ رُؤْيَتُهُ، وَيُرَغِّبُكُمْ فِي الْآخِرَةِ عَمَلُهُ وَيَزِيدُ فِي عِلْمِكُمْ مَنْطِقُهُ: ۱

فضل بن ابی قرہ صادقِ آلِ محمدؑ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول برحق صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا کہ حواریوں نے حضرت عیسیٰؑ بن مریمؑ سے عرض کی کہ ھم کس شخص کے پاس بیٹھا کریں؟ آپؑ نے فرمایا" اس شخص کے پاس جس کے دیکھنے سے تمھیں آخرت کی خواہش ہو اور جس کی گفتار و کردار سے تمھارے قلیل علم میں اضافہ ہو۔

عَنْ اَبِي يَعْفُورٍ قَالَ: قَالَ اَبُو عَبْدِ اللّٰهِ (ع): كُونُوا دُعَاةً لِلنَّاسِ بِغَيْرِ اَلْسِنَتِكُمْ، لِيَرَوْا مِنْكُمُ الْوَرَعَ وَالْاِجْتِهَادَ وَالصَّلٰوةَ وَالْخَيْرَ فَاِنَّ ذٰلِكَ دَاعِيَةٌ :۲

ابنِ ابی یعفور سے روایت ہے۔" وہ کہتے ہیں کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام نے فرمایا کہ" لوگوں کو دین کی طرف باتیں ہی باتیں بنا کر نہ بلاؤ (زبانی جمع خرچ سے دین

۱۔ کافی ج ۱۔ ص۔ ۳۹ ۲۔ کافی ج ۲۔ ص۔ ۷۸

فطرت کی طرف مدعو نہ کرو) بلکہ ورع و پرہیز گاری سے دعوت دو، راہِ حق میں خود کوشش کرو۔ نماز اور اچھائی کی طرف رغبت دلاؤ۔ یہ چیزیں حق کی طرف بلانے والی ہیں۔"

ہم نے کئی ایسے اشخاص دیکھے ہیں کہ جن کا صرف وجود ہی پند و نصیحت اور عبرت کا سرمایہ تھا اور ان کی طرف نظر ڈالنا ہی تنبیہ، بیداری اور عظیم ہدایت کا سبب تھا۔

اب بھی تہران کے محلّوں میں میری معلومات کے مطابق ایک دوسرے سے بڑا فرق ہے جس محلّہ میں پاک طینت، خوش اخلاق اور مہذّب عالم رہتا ہے اس میں رہنے والے لوگ نیک اور صاحبِ ایمان ہوتے ہیں اور دوسرا محلّہ کہ جس میں منحرف اور فاسد قسم کا شخص صاحبِ عمامہ اور پیشِ نماز بن بیٹھا ہے اور حصولِ زر کے لیے عبادت کا سلسلہ جاری کر رکھا ہے۔ وہاں دیکھنے میں آتا ہے کہ اس نے ایک جماعت (گروہ) کو دھوکہ دے رکھا ہے اور انھیں آلودۂ گناہ اور حق سے کوسوں دور کر دیا ہے۔ یہی وہ آلائش اور ناپاکی ہے کہ جس کی بدبو سے اہلِ دوزخ کو اذیّت اور تکلیف ہوتی ہے اور یہی وہ گندگی اور خباثت ہے کہ جسے برے، بے عمل اور بے راہ رو بلکہ گمراہ عالم نے اس دُنیا میں

پھیلا رکھی ہے اور حبس کی بدبو دوسرے جہاں میں اہلِ جہنّم کی قوّتِ شامہ کو اور زیادہ عذاب دے رہی ہے۔ عالمِ آخرت میں کسی پر کوئی زیادتی نہیں ہوگی وہاں جو کچھ بھی ہوگا اسی دنیا سے حاصل کیا ہوا ہوگا۔ ہمیں ہمارے عمل سے باہر کوئی چیز نہیں ملے گی، اگر صورت یہ ٹھہرے کہ عالم بدعمل اور بدقماش ہو تو پورا معاشرہ اس کی پیٹ میں آجائے گا اور اس کی بدبو کو قوّتِ شامہ اس دنیا میں محسوس نہیں کرے گی البتّہ آخرت میں اس کا تعفن ہر ایک کے لیے قابلِ فہم ہوگا۔ لیکن ایک عام آدمی معاشرہ میں اس قسم کی بُرائی اور آلودگی نہیں لاسکتا، کیوں کہ عوام کبھی بھی اپنے آپ کو اجازت نہیں دیتے کہ وہ امامت اور مہدیّت کا دعویٰ کریں یا نبوّت والوہیّت کے مدعی بنیں۔ یہ بدعمل عالم ہی ہوتا ہے جو دُنیا جہاں کو فساد کی طرف کھینچتا ہے۔ "اذا فسد العالم فسد العالم" (جب عالِم فاسد ہوجائے تو جہان بھی فاسد ہوجاتا ہے" اور چپّہ چپّہ پر ہنگامے ہوتے ہیں)

علماء کے بھیس میں پیشہ ور دین ساز

دین و مذہب کو گھڑنے اور لوگوں کی کثیر تعداد کو گمراہی میں مبتلا کرنے والے بیشتر لوگوں کا تعلق اہلِ علم سے رہا ہے اور ان میں سے بعض افراد نے علمی مراکز میں تعلیم حاصل کی ہے اور بڑی سختیاں جھیلیں ہیں۔

باطل فرقوں میں سے ایک امیر جماعت نے ہمارے انہی مراکز میں تعلیم حاصل کی ہے لیکن چونکہ اُسکی تعلیمات، تہذیب اور تزکیۂ نفس کے ساتھ ہم آہنگ نہیں تھی اِس وجہ سے اُس نے راہِ حق میں قدم نہیں اٹھایا، اور خباثتوں کو اپنے سے دُور نہیں کیا لہٰذا وہ بہت زیادہ رسوا، ذلیل و خوار ہوا۔ اگر انسان خباثت کو خود سے جدا نہ کرے تو چاہے کتنا ہی زیادہ علم حاصل کرے

اس کو دین و دنیا میں کچھ فائدہ حاصل نہ ہوگا۔ بلکہ اس کا علم زیادہ نقصان دِہ اور ضرر رساں ثابت ہوگا ۔ علم جب خبیث مرکز میں اترتا ہے تو اس میں خباثت بھرے شاخ و برگ پھوٹتے ہیں اور وہ شجرہِ خبیثہ بن جاتا ہے ۔ جتنے علمی مفاہیم، سیاہ اور غیر مہذب قلب میں جمع ہوتے چلے جائیں گے پردوں میں اضافہ ہوتا چلا جائے گا۔ وہ نفس جو مہذب نہیں ہوا علم اس کے لئے حجاب ظلماتی ہے ۔ (العلم هو الحجاب الاکبر) (علم بہت بڑا حجاب ہے) اسی لیے تو عالِم کا شَر اور اس کی بُرائی اسلام کے لیے تمام شَرور اور برائیوں سے زیادہ مہلک اور خطرناک ہے ۔ علم نُور ہے لیکن سیاہ اور فاسد دِل میں ظلمت و سیاہی کے دامن کو زیادہ پھیلا دیتا ہے. وہ علم جو انسان کو خدا کے قریب لاتا ہے، طالبِ دنیا کے نفس میں بارگاہِ ذوالجلال سے دُوری کا سبب بنتا ہے ۔ علم توحید بھی اگر غیرِ خدا کے لیے ہو ظلماتی حجابات میں سے ہے ۔ اس لیے کہ اس نے ماسوی اللہ سے رشتہ جوڑا ہے ۔ اگر کوئی شخص قرآن کو چودہ (۱۴) قرائتوں کے ساتھ غیر اللہ کے لیے حفظ کرلے ، خوب رٹ لے اور بغیر دیکھے صاف صاف پڑھنے لگے اور ہمیشہ پڑھتا رہے تو سوائے حجاب اور خدا سے دُوری کے اسے کسی قسم کا فائدہ نہ ہو گا۔ بلکہ حق سے

دوری کی تہیں دِل پر جمتی جائیں گی۔ اگر آپ پڑھیں، تکالیف اور زحمتیں جھیلیں تو ممکن ہے کہ آپ عالِم ہو جائیں لیکن عالِم ہونے اور مہذّب ہونے میں بہت تفاوت اور فرق ہے۔ مرحوم شیخ ہمارے اُستاد رضوان اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ یہ جو کہتے ہیں کہ "مُلّا شُدن چہ آسان آدم شُدن چہ مشکل" (مُلّا و عالِم ہو جانا آسان ہے، لیکن انسان بننا مشکل ہے) یہ مقولہ صحیح نہیں ہے بلکہ اِسے یوں ہونا چاہیے مُلّا اور عالِم بننا دشوار لیکن انسان بننا محال ہے۔ انسانی فضائل و مکارم کا حصول اور قوانینِ آدمیت کی پابندی وہ عظیم اور مشکل تر ذمّہ داری ہے جسے آپ نے اپنے کاندھوں پر سنبھال رکھی ہے آپ ہرگز یہ قیاس نہ کریں کہ اس وقت چونکہ آپ علومِ شرعی کی تحصیل میں مشغول ہیں اور فقہ جیسے اعلیٰ ترین علم کو حاصل کر رہے ہیں اس لیے اب آپ مطمئن اور بے فکر ہیں اور تمام فرائض اور ذمّہ داریوں سے سبکدوش ہو گئے ہیں۔ اگر خلوصِ دِل اور قربتِ الہیٰ کی نیّت نہ ہو تو اُن علوم سے بھی کوئی فائدہ میسّر نہیں ہو سکتا۔ اگر خدانخواستہ آپ کا ان علوم کو حاصل کرنا رضائے الہیٰ کے لیے نہ ہو اور آپ نے ہوای نفس، کسبِ مقام و منصب اور اپنے نام و نمود کے لیے اس راہ میں قدم رکھا ہو تو یہ سب آپ کے لیے ایک بوجھ اور وبالِ جان

ہوگا۔ یہ اصطلاحات اگر غیرِ خدا کے لیے ہوں تو باعثِ عذاب اور وبالِ جان ہیں اور اُن کو زیادہ سے زیادہ ذہن میں محفوظ کرنا اگر تہذیبِ نفس، تقویٰ اور پرہیزگاری کے ساتھ نہ ہو تو مسلم معاشرے کی دنیا و آخرت کے حق میں نقصان دِہ ہوگا۔ صرف ان اصطلاحات کو جاننے سے بات نہیں بنتی۔ یہاں تک کہ علمِ توحید بھی اگر جلائے نفس کے ساتھ نہ ہو تو وہ بھی وبال ہے۔ کتنے ایسے افراد گذر چکے ہیں جو توحید کے عالم تھے لیکن انھوں نے گروہوں کو گمراہ اور راہِ راست سے پھیر دیا (اخوان الشیاطین بَن گئے) کتنے ایسے لوگ تھے کہ جو آپ کی انہی معلومات کو آپ سے زیادہ بہتر انداز میں جانتے تھے۔ لیکن چونکہ راہِ حق سے منحرف تھے اور ان کی اصلاح نہیں ہوئی تھی لہٰذا وہ جب معاشرہ میں داخل ہوئے تو بہت سے لوگوں کی گمراہی کا سبب بنے اور انھوں نے بہت سے افراد کو راہِ حق سے پھیر دیا۔ یہ خشک اصطلاحات اگر تقویٰ اور تہذیبِ نفس کے بغیر ہوں تو ذہن میں جتنی زیادہ جگہ پاتی جائیں گی تکبّر، غرور اور نخوّت وسیع تر ہوتی چلی جائیں گی اور وہ بدنصیب عالم کہ جس پر نخوت اور غرور نے اپنا سکّہ جمالیا ہو خود اپنی اور معاشرے کی اصلاح نہیں کرسکتا۔ اِس سے اسلام اور مسلمانوں کے لیے سوائے نقصان اور خسارے کے کوئی نتیجہ برآمد نہیں

ہوسکتا۔ ایسا شخص برسوں کی تعلیم، شرعی سرمایہ کے انصراف اور تمام اسلامی حقوق اوراس کی سہولتوں سے بہرہ ور ہونے کے بعد بھی اسلام اور مسلمانوں کے لیے سدراہ بن جاتا ہے اور قوموں کو راہِ حق سے پھیر دیتا ہے اور ان تعلیمات، مباحث اور مراکزِ علم میں رہنے کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ وہ اسلام کے صحیح تعارف اور حقیقتِ قرآن کو دُنیا کے سامنے پیش نہیں ہونے دیتا بلکہ ممکن ہے کہ ایسے شخص کا وجود اسلام اور علماء اسلام کی شناخت اور معرفت کی راہ میں معاشرے کے لیے سدراہ ہو۔

تعلیم کو تربیت کے ساتھ توأم ہونا چاہیئے

میں یہ نہیں کہتا کہ آپ تحصیلِ علم نہ کریں، علم ضرور حاصل کریں البتّہ اگر آپ اسلام اور معاشرے کا مفید اور مؤثر حصّہ بننا چاہتے ہیں، قوم وملّت کی رہبری کر کے انھیں اسلام کی طرف متوجّہ کرنا چاہتے ہیں اور آپ نے اسلام کی بنیاد اور اساس کی حفاظت کا بیڑہ اُٹھایا ہوا ہے تو آپ پر لازم ہے کہ آپ علمِ فقہ کے ذریعے اپنے آپ کو محکم و مضبوط کر کے صاحبِ نظر بنیں۔ اگر آپ خدانخواستہ سبق نہیں پڑھیں گے تو آپ کا مدرسہ میں رہنا حرام ہوگا اور آپ ان حقوقِ شرعی سے بھی استفادہ نہیں کر سکیں گے جن سے اسلامی علوم کے طلباء مستفید ہوتے ہیں۔ یقیناً تحصیلِ علم ضروری اور لازمی ہے۔ البتّہ جس طرح آپ مسائلِ فقہ واصول میں محنت ومشقت اُٹھاتے ہیں اسی طرح اپنی اصلاح

کی راہ میں بھی کوشش کریں۔ جتنے قدم آپ تحصیلِ علم کے لیے اٹھاتے ہیں اتنے ہی قدم خواہشاتِ نفسانی کے کچلنے، قوائے روحانی کو تقویت دینے مکارمِ اخلاق کے حصول اور معنویت و تقویٰ کے حاصل کرنے کے لیے بھی اٹھائیں۔ کیوں کہ ان علوم کی تحصیل تو حقیقت میں تہذیبِ نفس، تحصیلِ فضائل و آداب اور معارفِ الٰہیہ کا مقدّمہ و تمہید ہے۔ ساری عمر صرف مقدّمہ و تمہید میں نہ گزاریں بلکہ نتیجہ بھی حاصل کریں اور زندگی کو کامیاب بنائیں۔ آپ ایک بلند اور پاکیزہ مقصد کے حصول کے لیے ان علوم کو حاصل کر رہے ہیں جو خداشناسی اور تہذیبِ نفس سے عبارت ہے۔ آپ کو اپنے کام کے نتیجہ اور ثمر کے لیے کوشاں رہنا چاہیئے اور اپنی اصلی اور بنیادی منزل تک پہنچنے کے لیے سنجیدگی سے جد و جہد کرنی چاہیئے۔

آپ جب مرکزِ علم میں قدم رکھیں تو ہر کام سے پہلے اپنی اصلاح کی فکر کریں۔ آپ مرکزِ علم میں رہیں تو تعلیم کے ساتھ ساتھ اپنے نفس کی اصلاح و تہذیب کرتے رہیں تاکہ جب مرکزِ علم سے باہر جائیں اور کسی شہر یا محلّہ میں قوم و ملّت کی رہبری کا بیڑا اُٹھائیں تو لوگ آپ کے اعمال و کردار اور فضائلِ اخلاقی سے استفادہ کریں اور پند و نصیحت حاصل کریں۔ آپ کی ہمیشہ یہی تگ و دو رہنی چاہیئے کہ معاشرے

میں داخل ہونے سے پہلے اپنی اصلاح کریں، اور اپنے آپ کو مکمّل تہذیب یافتہ بنالیں۔ اگر اس وقت جبکہ آپ فارغ ہیں مقامِ اصلاح اور تہذیبِ نفس میں نہ آئیں تو پھر جس دِن معاشرے اور اجتماع نے آپ کی طرف رُخ کیا تو اس وقت ہرگز آپ اپنی اصلاح نہ کرسکیں گے۔ بہت سی ایسی چیزیں ہیں جو انسان کو برباد کردیتی ہیں، اور تہذیب و تحصیل سے اس کا راستہ روک دیتی ہیں۔ ان میں سے ایک، بعض افراد کے لیے یہی عمامہ اور داڑھی ہے، جب عمامہ کا سائز کچھ بڑھ جائے اور داڑھی لمبی ہوجائے اور وہ مہذب بھی نہ ہو تو تحصیلِ علم سے رہ جاتا ہے، مقید ہوجاتا ہے، اس کے لیے یہ بات مشکل ہوجاتی ہے کہ وہ اپنے نفسِ امارہ کو کچل کر کسی کے درس میں شامل ہو۔ شیخ طوسی علیہ الرحمتہ باون ۵۲ سال کی عمر میں بھی درس میں جایا کرتے تھے جب کہ انھوں نے بیس سے تیس سال کی عمر میں کتابیں لکھی تھیں۔ گویا انھوں نے کتابِ تہذب کو اسی سن و سال میں تحریر فرمایا تھا اور اس کے باوجود اپنی باون ۵۲ سالہ عمر میں بھی سیّد مرتضیٰ علیہ الرحمتہ کے درس میں حاضر ہوتے رہے یہاں تک کہ اس مقامِ بلند پر جلوہ افروز ہوئے۔ خدا نہ کرے کہ ملکاتِ فاضلہ کے کسب اور قوائے روحانی کی تقویت سے پہلے انسان کی کچھ ڈاڑھی سفید اور عمامہ بڑا

ہو جائے کہ یہ چیزیں اسے علم و معنویت کے اکتساب اور تمام برکات سے کے حصول سے باز رکھیں گی جب تک آپ کی داڑھی سفید نہیں ہوئی ہے اور جب تک آپ لوگوں کی توجّہ کا مرکز نہیں بنے ہیں اپنے بارے میں سوچیئے۔ خدا نہ کرے کہ انسان اپنی تعمیر سے پہلے معاشرے میں مقبول ہو جائے، لوگوں میں اپنی شخصیت بنائے اور ان میں نفوذ پیدا کرے کہ یوں وہ اپنے آپ سے جاتا رہے گا اور اپنی اوقات بھول بیٹھے گا۔ لہٰذا قبل اس کے کہ اختیار کی باگ آپ کے ہاتھ سے نکل جائے اور آپ بے بس سے ہو جائیں اپنے آپ کو سنوار لیں اور اپنی اصلاح کریں۔ اچھّے اخلاق سے آراستہ ہو جائیں اور بُرے، رزیل اور پست اعمال سے خود کو دُور کریں۔ درس و مباحثہ میں خلوص پیدا کر لیں تاکہ اس طرح آپ خدا کے قریب ہو سکیں۔ اگر انسان کے کاموں میں نیّت خالص نہ ہو تو یہ چیز اُسے درگاہِ خداوندی سے دور کر دیتی ہے۔ کہیں اس طرح نہ ہو کہ ستّر سال کے بعد جب آپ نامۂ اعمال کھولیں تو معاذ اللہ یہ دیکھیں کہ ستّر سال میں آپ خدا سے دُور ہو چکے ہیں۔

آپ نے پتّھر کا وہ واقعہ سنا ہو گا کہ جو جہنّم میں گرا اور ستّر سال کے بعد جہنّم کی گہرائی سے اس کی آواز آئی۔ جناب رسالتمآبؐ کی حدیث

کے مطابق (اس سے مُراد) وہ بوڑھا آدمی تھا کہ جو مَر گیا اور اس ستّر سال کی مدّت میں اُس نے دوزخ کی سمت اپنا سفر جاری رکھا۔ اب ذرا خیال رہے، کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ بھی مراکزِ علم میں کم و بیش پچاس سال محنت و ریاضت اور عرق ریزی کرنے کے بعد جہنّم حاصل کریں۔

آپ کو تہذیب، تزکیہ نفس اور اصلاحِ اخلاق کے سلسلہ میں ایک دستور العمل مرتّب کرنے کی فکر ہونی چاہیئے آپ کو درسِ اخلاق کے لیے ایک اُستاد کا انتظام کرنا چاہیئے، وعظ و نصیحت کی مجالس تشکیل دینی چاہیئے۔ یوں خود بخود انسان مہذّب نہیں ہو سکتا۔ اگر علمی مراکز، مربّی اخلاق اور مجالسِ وعظ و نصیحت سے اسی طرح خالی رہے تو تباہ و برباد ہو جائیں گے۔ عجیب بات ہے کہ علمِ فقہ و اصول کے لیے تو اُستاد کی ضرورت و اہمیّت کو محسوس کیا جائے اور درس و مباحثہ کو لازمی قرار دیا جائے کوئی شخص خود بخود کسی علم کا ماہر نہیں ہو سکتا۔ فقیہ و عالِم نہیں بن سکتا لیکن علومِ معنوی اور اخلاقی جو کہ انبیاء علیہم السّلام کی بعثت کا مقصدِ اوّلین تھے اور جو لطیف و دقیق ترین علوم میں سے ہیں ان کے لیے تعلیم و تعلّم کی ضرورت کو محسوس نہ کیا جائے۔ گویا یہ علم از خود بغیر معلّم و اُستاد حاصل ہو جاتے ہیں۔ میں نے کئی بار سُنا ہے کہ اُستاد فقہ و اصول جناب مرحوم شیخ انصاری علیہ

الرحمتہ علمِ اخلاق و معنویات کے جلیل القدر معلّم و اُستاد تھے۔

خدا کے انبیاء اِسی لیے مبعوث ہوئے تھے کہ لوگوں کو انسان بنائیں، اور نوعِ بشر کو پستیوں، نجاستوں، بُرائیوں اور اخلاقی رزائل سے نجات دلائیں۔ انھیں فضائل اور آدابِ حَسنہ سے آراستہ کریں۔ ارشادِ نبویؐ ہے کہ میں مکارمِ اخلاق کی تکمیل کے لیے مبعوث ہوا ہوں وہ علم کہ جس کے لیے خدا نے یہ اہتمام کیا اور جس کے لیے انبیاء کرامؑ مبعوث فرمائے آج یہ علم ہمارے مراکزِ علم میں جاری نہیں ہیں اور کوئی شخص اسے مناسب اور لازمی اہمیت نہیں دیتا۔ علمی مراکز میں علومِ معارف و معنوی کی کمیابی کی بناء پر معاملہ یہاں تک پہنچ گیا ہے کہ مادّی و دنیاوی مسائل روحانیت میں رخنہ انداز ہوگئے ہیں اور بہت سے لوگوں کو معنویت و روحانیت سے دُور کر دیا گیا ہے اور وہ بالکل نہیں جانتے کہ روحانیت کسے کہتے ہیں اور روحانی عالِم کی کیا ذمّہ داری ہے اور اس کا کیا پروگرام ہونا چاہیئے بعض اشخاص تو اس کے پیچھے لگے ہوئے ہیں کہ چند الفاظ یاد کرلیں اور اپنے شہر میں یا کسی دوسری جگہ جاکر کوئی جاہ و منصب ہتھیالیں اور دوسروں کے ساتھ زور آزمائی کریں۔ مثل اس شخص کے جو کہتا تھا کہ ذرا مجھے شرح لمعہ پڑھ لینے دو پھر دیکھو میں گاؤں کے مُکھیا کے ساتھ کیا کرتا ہوں۔ اس طرح نہیں ہونا چاہیئے کہ

پہلے سے ہی آپ کا نظریہ و مقصد تحصیلِ علم سے کسی سند یا مقام کا حصول ہو، آپ کی یہ خواہش ہو کہ آپ فلاں شہر یا فلاں گاؤں کی اعلیٰ شخصیت بن جائیں، ہو سکتا ہے کہ آپ ان خواہشاتِ نفسانی اور آرزو ہائے شیطانی تک بھی پہنچ جائیں۔ لیکن اس طرح آپ نے اپنے اور اسلامی معاشرے کے لیے نقصان اور بدبختی کے علاوہ کچھ بھی حاصل نہ کیا۔ معاویہ بھی ایک طویل مدّت تک اعلیٰ مقام کا حامل تھا، لیکن اس نے اپنے لیے رسوائی کے علاوہ کوئی نفع اور اعزاز حاصل نہیں کیا۔

لہٰذا ضروری ہے کہ پہلے خود کو تہذیب سے آراستہ کریں تاکہ جب معاشرے یا جماعت کے سربرآوردہ فرد قرار پائیں یا اعلیٰ عہدیدار بنیں تو سب کو مہذب بنا سکیں اور معاشرے کی تعمیر اور اصلاح کے لیے کوئی بھی قدم اٹھا سکیں آپ کا مقصد صرف اسلام اور مسلمانوں کی خدمت ہونا چاہیئے۔ اگر آپ نے خدا کے لیے اقدام کیا تو خدا بھی مقلب القلوب ہے (دِلوں کو پھیرنے والا ہے) وہ خود دِلوں کو تمھاری طرف پھیر دے گا "اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَیَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا[1]"

---

[1] :۔ سورہ مریم، آیت ۹۶

یعنی جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے اچّھے عمل کئے تو عنقریب خدائے رحمٰن ان ایمان داروں کو محبّت و مؤدّت سے سرفراز فرمائے گا۔ آپ راہِ خدا میں مشقّت برداشت کریں۔ زحمت اُٹھائیں اور فداکاری کریں تو خدا ہرگز آپ کو بے اجر نہیں چھوڑے گا (اجرِ عظیم عطا کرے گا)، اگر اس دُنیا میں اَجر نہ ملا تو آخرت میں اس کا اَجر ضرور ملے گا۔ بلکہ اگر اس دُنیا میں اس کا اَجر نہ ملے تو اور بھی اچّھا ہے کیوں کہ اس دنیا کی کوئی اہمیّت نہیں ہے۔ یہ شور و غوغا اور یہ شخصیتیں چند روز کے لیے ہیں اور خواب کی طرح انسان کی آنکھوں کے سامنے سے گزر جائیں گی۔ لیکن آخرت کے اَجر کی تو کوئی انتہا ہی نہیں اور نہ ہی وہ ختم ہونے والا ہے۔ آخرت کا اَجر لامحدود ہے۔

علمی مراکز کے انحطاط کا ڈر

ممکن ہے کہ ناپاک ہاتھ سم پاشیوں اور بُرے پروپیگنڈے کے ذریعے اخلاقی اور اصلاحی پروگراموں اور دستور العمل کو غیر ضروری ظاہر کریں اور اس مقصد کو حاصل کرنے کے لیے منبر کو مقام علمی کے منافی اور خلاف قرار دیں اور اہلِ علم میں سے ایسے بزرگ جو اصلاح اور مرکزِ علم کی تنظیم کے مقام پر فائز ہیں انھیں منبری کا خطاب دے کر وعظ و نصیحت سے روکیں آج کل بعض مراکز میں شاید منبر پر جانے اور وعظ و نصیحت کرنے کو ننگ و عار سمجھا جاتا ہے۔ شاید وہ یہ بھول گئے ہیں کہ حضرت امیر المومنینؑ اہل منبر تھے اور منبروں پر جاکر لوگوں کو وعظ و نصیحت اور ان کی رہنمائی فرماتے تھے۔ باقی تمام ائمہ معصومین علیہم السّلام کا بھی یہی طریقۂ کار رہا ہے۔ شاید بعض

پوشیدہ عناصر نے اس قسم کی منفی سوچ کو لوگوں کے ذہنوں میں بھر دیا ہے تاکہ معنویت اور اخلاقیات ان مراکز سے رخصت ہو جائیں اور نتیجتاً ہمارے یہ مراکز خراب اور تباہ و برباد ہو جائیں، پارٹی بازیاں خود خواہیاں، منافقت اور اختلافات ان مراکز میں (خدانخواستہ) رخنہ انداز ہوں، علمی مراکز کے افراد ایک دوسرے سے متصادم ہوں ایک دوسرے کے خلاف صف آرا ہوں ایک دوسرے کی توہین و تکذیب کریں اور اسلامی معاشرے میں رسوا اور بے آبرو ہو جائیں، تاکہ اغیار اور اسلام دشمن طاقتیں ان مراکز پر دسترس حاصل کرکے انہیں ختم کر دیں۔ دین کے بدخواہ لوگ جانتے ہیں کہ علمی مراکز کو قوموں کی حمایت حاصل ہے، اور جب تک ملّت ان کی پُشت پناہی کرتی رہے گی ان کا کچلنا اور انہیں تباہ و برباد کرنا ناممکن ہے۔ لیکن جس دِن مراکزِ علم میں رہنے والے افراد اور ان کے طلباء دینی، اخلاقی اور اسلامی آداب کو چھوڑ کر ایک دوسرے کی جان کے درپئے ہوئے ان میں اختلافات نے جنم لیا، گروہ بندیاں ہوگئیں، بدعتوں اور برائیوں سے پاک نہ رہے اور بُرے اور ناپسندیدہ افعال کی طرف ہاتھ بڑھانے لگے تو قہراً ملّتِ اسلامی ان مراکز روحانیت اور علماء سے بدظن ہو کر ان کی حمایت اور پشت پناہی سے ہاتھ کھینچ

لے گی اور دشمن کے لیے اپنی طاقت کو بروئے کار لانے اور اپنے نفوذ کے لیے راستہ کُھل جائے گا۔ آپ دیکھتے ہیں کہ اگر حکومتیں روحانی شخصیّت یا مرجع سے ڈرتی ہیں اور اسے اہمیت دیتی ہیں تو اس کی وجہ یہی ہے کہ قوم و ملّت اس کی پشت پناہی کر رہی ہے۔ حقیقت میں وہ قوم و ملّت سے ڈرتے ہیں اور انھیں یہ خطرہ ہے کہ اگر کسی ایک روحانی پیشوا کی اہانت و بے عزتی کی، اس سے جسارت یا تعرض کیا تو قوم و ملّت ان کے خلاف اُٹھ کھڑی ہوگی۔ لیکن اگر علماء اور روحانی شخصیات کے آپس میں اختلافات ہوں اور آداب و اخلاق کا لحاظ نہ رکھیں تو وہ عوام کی نظروں سے گر جائیں گے اور قوم بھی اُن کے ہاتھ سے نکل جائے گی۔

قَالَ "اَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ (ع)" لَوْأَنَّ حَمَلَةَ الْعِلْمِ حَمَلُوهُ بِحَقِّهِ لَاَحَبَّهُمُ اللّٰهُ وَمَلَائِكَتُهُ وَاَهْلُ طَاعَتِهِ مِنْ خَلْقِهِ وَلٰكِنَّهُمْ حَمَلُوهُ لِطَلَبِ الدُّنْيَا، فَمَقَتَهُمُ اللّٰهُ وَهَانُوا عَلَى النَّاسِ: [1]

امیر المومنین علیہ السّلام نے فرمایا: اگر حاملانِ علم، علم کو سچّائی کے ساتھ حاصل کرتے تو یقیناً خدا، اس کے ملائکہ اور اللہ کے اطاعت گزار بندے ان کو

۱۔ تحف العقول۔ ص۔ ۲۷

دوست رکھتے لیکن انھوں نے علم کو طلبِ دنیا کے لیے
حاصل کیا۔ پس خداوندِ عالم ان پر غضب ناک ہوا اور
وہ لوگوں میں ذلیل و خوار ہو گئے۔

قوم تو آپ سے یہ توقع رکھتی ہے کہ روحانی اور مہذّب ہوں، اللہ کا گروہ ہوں اور اللہ والے یعنی حزب اللہ بن جائیں۔ زرق برق زندگی اور اس کی جلوہ گریوں سے پرہیز کریں مقاصدِ اسلام کی پیش روی اور ملّتِ اسلامی کی خدمت گزاری میں کسی قسم کی قربانی سے دریغ نہ کریں خدا کی راہ میں اس کی رضا کے لیے قدم آگے بڑھائیں اور آپ کی نگاہ سوائے خالقِ یکتا کے کسی اور طرف نہیں اُٹھنی چاہیے۔ لیکن اگر قوم و ملّت نے آپ کو اپنی توقع کے خلاف دیکھا کہ بجائے ماوراء الطبیعہ کی طرف متوجّہ ہونے کے آپ کی تمام کوششیں اور فکریں دُنیا سے مربوط ہیں اور باقی لوگوں کی طرح آپ بھی دنیاوی اور شخصی منافع کے حصول کی کوشش کر رہے ہیں، ایک دوسرے سے دُنیا اور اس کے ادنیٰ مفادات کی خاطر جھگڑ رہے ہیں، اسلام اور قرآن کو معاذ اللہ بازیچۂ اطفال، کھلونا قرار دے رہے ہیں، اپنی دُنیا کے نجس مقاصد اور ننگ آور اغراض کے لیے دین کو ایک دُکانداری بنا رکھا ہے تو لوگ آپ سے منحرف اور بدظن ہو جائیں گے، اور آپ ہی

اِس کے ذمّہ دار اور دُنیا و آخرت میں جوابدہ ہوں گے۔

اگر بعض معمم (عمامہ پہننے والے) حضرات، علمی مراکز میں اپنے ذاتی اغراض اور دنیوی مفادات کے حصول کے لیے ایک دوسرے سے الجھ پڑیں ایک دوسرے کی توہین کریں، ایک دوسرے کو بُرا بھَلا کہیں، ہنگامہ آرائی کریں، بعض امور کی منصب داری کے لیے ایک دوسرے کے ساتھ رقابت کریں، شور و غل بپا کریں، اسلام اور قرآن کے حق میں خیانت کریں تو انھوں نے الٰہی امانتوں کے ساتھ خیانت کی ہے خدا تبارک و تعالیٰ نے اسلام کے مقدس دین کو ایک امانت کے طور پر ہمارے حوالے کیا ہے۔ یہ قرآنِ کریم اللہ کی ایک بڑی امانت ہے۔ علماء اور مذہبی پیشوا امانت دار الٰہی ہیں، اُن کا یہ فرض ہے کہ اس عظیم امانت کی حفاظت کریں اور اس کے ساتھ خیانت نہ کریں۔ یہ ضدی پن اور ذاتی اور دنیوی اختلافات، اسلام اور پیغمبرِ اسلامؐ کے ساتھ خیانت ہے۔

اختلافات کیوں؟

مجھے نہیں معلوم کہ یہ اختلافات، دھڑے بندیاں اور محاذ آرائیاں کیوں ہیں؟ اگر یہ دنیا کے لیے ہیں تو آپ کے پاس دنیا ہے ہی نہیں اگر آپ دنیاوی لذّتوں اور منفعتوں سے بہرہ مند ہوتے تو پھر بھی اختلاف کی گنجائش نہ تھی۔ مگر یہ کہ آپ روحانی پیشوا نہ رہتے اور روحانیت میں سے صرف عبا، قبا اور عمامہ آپ کو ورثے میں ملتا۔ روحانی پیشوا کا تو ماورائے طبیعت سے ربط ہے۔ روحانی پیشوا تو زندہ تعلیمات اور اسلام کو آراستہ کرنے والی صفات سے سرفراز ہے۔ وہ تو خود کو حضرت علی ابنِ ابی طالب علیہ السّلام کا پیروکار اور شیعہ سمجھتا ہے اس کے لیے تو یہ ممکن ہی نہیں کہ وہ خواہشاتِ دنیا کی طرف متوجّہ ہو چہ جائیکہ وہ ان خواہشات کی بناء

پر اختلاف کا راستہ اختیار کرے۔ اگر آپ کو امیر المومنینؑ کی پیروی کا دعویٰ ہے تو کم از کم ان کی زندگی کا مطالعہ کیجیے اور دیکھئے کہ کیا آپ حقیقت میں تھوڑی بہت بھی ان کی پیروی اور اتباع کر رہے ہیں؟ کیا آپ ان کے زہد، تقویٰ اور سادہ زندگی کے بارے میں کچھ جانتے ہیں اور اُس پر کاربند ہیں؟ کیا آپ ظلم و زیادتی اور طبقاتی امتیازات کے خلاف ان کی جنگ سے واقف ہیں؟ کیا آپ جانتے ہیں کہ انھوں نے کس طرح مظلوموں اور ستم رسیدہ لوگوں کی بے دریغ حمایت کی ہے؟ کیا آپ ان کی اس دستگیری اور فریاد رسی سے کسی نتیجہ تک پہنچے ہیں جو انھوں نے محروم اور مصیبت زدہ لوگوں کے حق میں کی ہے؟ اور کیا آپ ان باتوں پر عمل کر رہے ہیں؟ کیا شیعہ کے مفہوم میں صرف اس کی ظاہری صورت آتی ہے؟ اگر یہ ہے تو پھر آپ میں اور باقی مسلمانوں میں کیا فرق ہے؟ جو ظاہری امور میں شیعوں سے بہت آگے اور ان کے زیادہ پابند ہیں؟ پھر شیعہ اُن سے کیا امتیاز رکھتے ہیں؟ جن لوگوں نے آج کل دُنیا کے ایک حصّہ کو آگ اور خون کی طرف کھینچ لیا ہے جو قتل و غارتگری کے راستہ پر گامزن ہیں ان کی خواہش یہ ہے کہ وہ ان قوموں پر غلبہ حاصل کریں ان کا سرمایہ حاصل کرنے اور ان کے خون پسینے کی

کمائی نگلنے میں ایک دوسرے پر سبقت حاصل کریں۔ کمزور اور پسماندہ حکومتوں کو اپنے تسلّط میں کرلیں۔ یہ لوگ آزادی، ترقی و آبادکاری ملکی سالمیّت اور اس قسم کے دوسرے فریبوں اور چالبازیوں کے سہارے ہر روز دُنیا کے کسی نہ کسی گوشے میں جنگ کی آگ بھڑکاتے ہیں اور بے سہارا قوموں کے سروں پر ہزار ہاٹن کے آتشیں بم گراتے ہیں۔ یہ جنگ وجدل دُنیا کی منطق اور ان کے آلودہ گناہوں میں ملوث ذہنوں کے مطابق صحیح اور بجا ہے۔ لیکن آپ کا اختلاف تو ان کی منطق کے مطابق بھی درست نہیں۔ اگر ان سے دریافت کر لیا جائے کہ کیوں جنگ کر رہے ہیں؟ تو کہتے ہیں کہ فلاں ملک لینا ہے یا فلاں سلطنت کی دولت یا منافع حاصل کرنا چاہتے ہیں لیکن اگر آپ سے سوال کیا جائے کہ آپ کا یہ تنازعہ کس بات پر ہے؟ آپ میں اختلاف کیوں ہے؟ تو آپ کیا جواب دیں گے۔ آپ کے پاس دنیا کی کون سی چیز ہے جس پر آپ جھگڑا کر رہے ہیں۔ آپ کی ماہانہ آمدنی جو آقایان مراجع کی طرف سے آپ کو شہریہ کے نام پر ملتی ہے۔ وہ دوسرے لوگوں کے ہر مہینہ کے سگریٹوں کے خرچ سے بھی کم ہے۔

میں نے کسی روزنامہ یا رسالہ میں (جو مجھے اچھی طرح یاد نہیں) دیکھا تھا کہ وہ بجٹ جو واتیکان واشنگٹن کے ایک پادری کے لیے بھیجا جاتا ہے ایک اچھا بھلا سرمایہ ہے میں نے حساب لگا کر دیکھا تو وہ ان تمام رقوم سے زیادہ ہے جو شیعہ مراکز میں خرچ ہوتی ہیں۔ آپ جس طرز پر زندگی بسر کر رہے ہیں کیا یہ درست ہے کہ آپس میں اختلاف رکھیں اور دوئیت وغیریت پیدا کریں، اور ایک دوسرے کے مقابلہ میں صف آراء ہوں۔ ان تمام اختلافات کی اصل بنیاد کہ جس کا کوئی خاص اور پاکیزہ ہدف نہ ہو حُبِّ دنیا پر منتہی ہوتی ہے۔ اب اگر آپ کے اندر بھی کوئی اس قسم کا اختلاف ہے تو اس کے معنیٰ یہ ہیں کہ آپ نے محبّتِ دُنیا کو اپنے دِل سے نہیں نکالا، اور چونکہ حصولِ منفعت کے ذرائع اس دُنیا میں محدود ہیں اس لیے ہر کوئی اسے حاصل کرنے کے لیے دوسرے کا رقیب بن جاتا ہے۔ آپ کو فلاں مقام یا منصب کی تمنّا ہے تو دوسرا بھی اِسے حاصل کرنا چاہتا ہے اور یہ عمل لازماً حسادت اور ٹکراؤ کی صورت پیدا کرے گی۔ لیکن وہ خداوالے جنھوں نے محبّتِ دُنیا کو دل سے نکال دیا ہے اور ان کا مقصد خدا کے علاوہ کچھ اور نہیں ان کے درمیان کسی وقت بھی اَن بَن اور بگاڑ پیدا نہیں ہوگا۔ اگر آج تمام پیغمبرانِ الٰہی ایک شہر میں یکجا ہوں تو

ہرگز ان میں کوئی اختلاف اور دوئیت نہیں آئے گی کیوں کہ ان کا مدعا اور مطلب ایک ہے۔ ان سب کے دِل حقِ تعالےٰ کی طرف متوجّہ اور حُبِ دُنیا سے خالی ہیں۔ اگر آپ کے افعال وکردار اور وضعِ زندگی و رفتار اسی طرح رہے جس طرح اس وقت دیکھے جا رہے ہیں تو آپ کو ڈرنا اور خوف کھانا چاہیئے کہ معاذاللہ اگر آپ دُنیا سے رخصت ہوں تو حضرت علی علیہ السّلام کے شیعہ نہ کہلا سکیں گے۔ اس بات سے ڈریں کہ کہیں آپ توبہ اور استغفار کے الفاظ سے ناآشنا ہوں اور حضرتِ امیرالمومنین علی ابنِ ابی طالب علیہ السّلام کی شفاعت سے محروم ہو جائیں اس سے پہلے کہ فرصت کے لمحات آپ کے ہاتھ سے نکل جائیں اس کا علاج سوچ لیں ان ذلیل اور رسوا کُن اختلافات سے دستبردار ہو جائیں، یہ محاذ آرائی اور دوئیت کی صورت غلط ہے، کیا آپ دو مختلف قومیں ہیں۔ کیا آپ کے مذہب کے کئی گروہ اور فرقے ہیں؟ اگر نہیں تو پھر آپ کیوں متنبہ اور بیدار نہیں ہوتے۔ کیوں آنکھیں بند کئے ہوئے ہیں۔ کس وجہ سے ایک دوسرے کے ساتھ صِدق و صفا اور بھائی چارہ سے نہیں رہتے۔ آخر اس کی وجہ کیا ہے؟ یہ آپس کے اختلافات بہت خطرناک ہیں۔ ان سے ایسے جھگڑے پیدا ہوں گے جنکی تلافی ناممکن ہے۔ علمی مراکز کا وجود باقی نہ رہے گا، اور اُن کی وجہ سے آپ

معاشرہ میں حقیر و ذلیل اور بے آبرو ہو جائیں گے۔ یہ گروہ بندیاں صرف آپ کے نقصان پر ختم نہیں ہوں گی ان سے صرف آپ ہی کی آبرو ریزی نہیں ہو گی بلکہ اس سے ایک معاشرے اور ایک قوم کی حیثیت کو دھچکا پہنچے گا اور اسلام کی تباہی پر معاملہ جا کر ختم ہو گا۔ اگر آپ کے اختلافات سے ایسے جھگڑے، فتنے اور برائیاں پیدا ہوئیں تو ایسا بڑا گناہ ہو گا جو بالکل نہ بخشا جائے گا، اور یہ بارگاہِ خداوندی میں بہت عظیم گناہوں میں شمار کیا جائے گا۔ کیوں کہ اس سے تو پورا معاشرہ خراب ہو گا، اور اس سے کافروں کو مدد ملے گی اور ان کے تسلّط کی راہ ہموار ہو گی۔ ہو سکتا ہے پوشیدہ ہاتھ ان علمی مراکز کو ختم کرنے کے لیے منافقت اور اختلاف پیدا کریں، اور مختلف وسائل سے نفاق کی تخم ریزی کریں، افکار کو مسموم اور اذہان کو باطل کی ملاوٹ سے خراب کر کے شرعی ذمّہ داری کو ٹھیس لگائیں۔ ان خود ساختہ شرعی ذمّہ داریوں کے ذریعہ مراکز میں ہنگامے برپا کریں۔ تاکہ اس طرح ان افراد پر زوال آجائے کہ جو اسلام کے مستقبل کے لیے مفید ہیں اور وہ آئندہ اسلام کی اور اسلامی معاشرہ کی خدمت نہ کر سکیں۔

ضروری ہے کہ آپ چوکنّا اور چوکس رہیں اور دھوکے میں نہ آئیں کہ میری شرعی ذمّہ داریوں کا تقاضہ اس طرح ہے اور میرا وظیفہ

شرعی اس طرح کا ہے۔ کبھی کبھی شیطان بھی انسان کے لیے ذمّہ داریاں اور فرائض معین کرتا ہے۔ کبھی ہوا و ہوس اور خواہشاتِ نفسانی وظیفہ شرعی کے نام پر انسان کو بُرے کاموں پر اُبھارتے ہیں، یہ تکلیف شرعی نہیں ہے کہ کوئی مسلمان کی اہانت و تذلیل کرے اور برادرِ ایمانی کی بُرائی اس سے سرزد ہو بلکہ یہ چیز حُبِّ دُنیا اور حُبِّ نفس ہے۔ یہ شیطانی تلقینات ہیں جو انسان کو یہ بُرے دِن دکھاتی ہیں۔ یہ جھگڑا فساد پلے جہنمیوں کا ہے۔ ان ذلک لحق تخاصم اھلِ النار[1]۔ دوزخ میں بھی دھمک دھیا ہوگی۔ اب اگر آپ دنیا کے لیے جھگڑتے ہیں تو سمجھ لیجئے کہ اپنے لیے دوزخ مول لیتے ہیں اور اسی کے رُخ پر آگے بڑھتے ہیں۔ امورِ آخرت میں جھگڑا نہیں ہوتا۔ آخرت والے تو آپس میں میل ملاپ سے رہتے ہیں۔ ان کے دِل خدا اور بندگانِ خدا کی محبّت سے بھرے ہوئے ہوتے ہیں۔ خدا کی محبّت سبب بنتی ہے اُن لوگوں کی محبت کا جو خدا پر ایمان رکھتے ہیں، بندگانِ خدا کی محبّت حُبِّ الٰہی کا پَرتو اور سایہ ہے۔ آپ اپنے ہاتھوں سے آگ نہ لگائیں۔ دوزخ کی آگ نہ روشن کریں اور نارِ جہنّم کو نہ بھڑکائیں۔ جہنّم کی آگ انسان کے بُرے کردار اور بدترین اعمال سے بھڑکتی ہے۔

۱۔ سورہ ص۔ آیت ۶۴

یہ دولتی جھاڑنے والے انسان کے اعمال ہیں کہ جو آگ کو بھڑکاتے ہیں۔ فرمایا "جُزۡنَا وَھِیَ خَامِدَۃٌ" ہم اس سے گزرے تو وہ خاموش پڑی تھی اگر انسان اپنے اعمال و کردار سے آگ کو روشن نہ کرے تو جہنّم خاموش رہے۔ اس طبیعت کا باطن جہنّم ہے۔ ایسی طبیعت کیطرف متوجہ ہونا جہنّم کیطرف دھیان دیتا ہے۔ جب انسان اِس جہاں سے دوسرے جہاں کیطرف رختِ سفر باندھتا ہے تو پردے اُٹھ جاتے ہیں وہ سمجھ لیتا ہے۔ "ذَالِکَ بِمَا قَدَّمَتۡ اَیۡدِیۡکُمۡ" [1] یہ وہی کچھ ہے کہ جس کو تمھارے ہاتھ آگے بھیج چکے ہیں۔ وَوَجَدُوۡا مَا عَمِلُوۡا حَاضِرًا" [2] اور جو کچھ عمل کر چکے ہیں اسے بعینہٖ حاضر پائیں گے وہ تمام اعمال جو انسان سے اس دُنیا میں سرزد ہوتے ہیں وہ اس جہاں میں اسے دکھائے جائیں گے۔ وہ اس کے سامنے مجسم ہو کر پیش ہوں گے۔ فَمَنۡ یَّعۡمَلۡ مِثۡقَالَ ذَرَّۃٍ خَیۡرًا یَّرَہٗ وَمَنۡ یَّعۡمَلۡ مِثۡقَالَ ذَرَّۃٍ شَرًّا یَّرَہٗ" [3] پس جو ذرّہ برابر نیک عمل کرے

۱۔ آلِ عمران، آیت ۱۷۸

۲۔ کھف، آیت ۴۷

۳۔ زلزال، آیت ۷۔۸

وہ اُسے دیکھے گا اور جو ذرّہ بھر برا عمل کرے گا وہ اُسے دیکھے گا۔ انسان کے تمام اعمال و کردار و گفتار، حساب کتاب کے دن یعنی روزِ قیامت دکھائی دیں گے جیسے ٹی وی پر عکس آجاتا ہے۔ دوسرے لفظوں میں کہا جاسکتا ہے کہ ہماری زندگی کی فلم لے لی جاتی ہے، اور اُس جہاں میں دکھائی جائے گی اس کا انکار نہیں ہو سکے گا۔ منع کرنے کی ہمّت نہ ہو گی۔ ہمارے تمام اعمال و حرکات (ہمارے اعضاء و جوارح کی شہادت کے علاوہ) ہمیں دکھائے جائیں گے قالوا نطقنا اللہ الذی انطق کل شیی[1] وہ کہیں گے ہمیں اُسی خدا نے گویائی دی ہے جس نے ہر چیز کو قوّتِ گویائی بخشی ہے اور قوّتِ نُطق عطا فرمائی ہے اور خدا کے سامنے آپ اپنے بُرے اعمال کا انکار نہیں کرسکیں گے، نہ ہی انھیں چھپا سکیں گے، خوب سوچ لو اور یومِ آخرت پر نظر رکھو۔ انجام پر غور کرو۔ خطرناک گھاٹیاں سامنے ہیں۔ انھیں دیکھ لو فشارِ قبر، عالمِ برزخ اور ان کے بعد آنے والے جو مشکلات و شدائد ہیں ان سے غفلت نہ برتو کم از کم جہنّم پر تو یقین رکھو۔

وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ كَانَ كَثِيْراً مَا يُنَادِيْ بِهِ اَصْحَابَهُ تَجَهَّزُوْا رَحِمَكُمُ اللهُ فَقَدْ نُوْدِيَ

۱- فصلت - آیت - ۲۰

فیکُمْ بِالرَّحِیل، وَاَقِلُّوا العُرْجَۃَ عَلَی الدُّنیَا وَانْقَلِبُوا بِصَالِحِ مَا بِحَضْرَتِکُمْ مِنَ الزَّادِ، فَاِنَّ اَمَامَکُمْ عَقَبَۃً کَؤُوداً وَمَنَازِلَ مَخُوفَۃً مَھُولَۃً لَابُدَّ مِنَ الوُرُودِ عَلَیہَا وَالوُقُوفِ عِندَھَا. وَاعْلَمُوا اَنَّ مَلَاحِظَ المَنِیَّۃِ نَحْوَکُمْ دَانِیَۃٌ وَکَاَنَّکُمْ بِمَخَالِبِھَا وَقَدْ نَشِبَتْ فِیکُمْ وَقَدْ دَھَمَتْکُمْ فِیہَا مُفْظِعَاتُ الاُمُورِ وَمُعْضِلَاتُ المَحْذُورِ، فَقَطِّعُوا عَلَائِقَ الدُّنیَا وَاسْتَظْھِرُوا بِزَادِ التَّقْوٰی۔[۱]

امام علی علیہ السّلام اکثر اپنے اصحاب سے ارشاد فرماتے تھے: ”خدا تم پر اپنی رحمتیں نازل کرے، آمادہ رہو کہ تمھیں کوچ کا پیغام آگیا ہے۔ دُنیا کی حرص و ہوا کو کم کرو اور اپنے بہترین زادِ راہ کو لے کر آگے بڑھو، تمھارے سامنے خطرناک گھاٹیاں اور خوفناک اور ہولناک منازل ہیں جن میں سے ہو کر گزرنا تمھارے لیے ضروری ہوگا اور یہاں تمھیں رُکنا بھی ہوگا۔ جان لو، جان لو کہ موت نے اپنی نگاہیں تمھاری راہ پر جما رکھی ہیں اور ایسا لگتا ہے جیسے اس نے اپنے پنجوں

۱۔ نہج البلاغہ ج ۳۔ ص ۲۰۹۔ کلام ۱۹۹

کو تم پر گاڑ دیا ہے۔ سخت اور مشکل امور تمھیں دھمکی دے رہے ہیں۔ پس دُنیا کے علائق سے اپنا رشتہ توڑ دو اور اطمینان و اعتماد سے زاد تقوی حاصل کرو۔

اگر انسان واقعی ان خطرناک گھاٹیوں کو سمجھ جائے تو اپنی روش اور طریقے کو بدل دے گا۔ اگر آپ کا ان امور پر ایمان اور یقین ہو تو پھر آپ اس طرح آزادانہ زندگی بسر نہیں کر سکتے آپ اپنے قلم و قدم اور زبان کی حفاظت کرتے ہوئے اپنے نفس اور معاشرے کی اصلاح کی کوشش کریں گے۔

عنایاتِ خداوندی

چونکہ خداوندِ عالم اپنے بندوں پر عنایت کرتا ہے اور ان پر مہربان ہے۔ اس نے انھیں عقل عطا کی ہے۔ تہذیب اور تزکیۂ نفس کی قوّت سے نوازا ہے۔ اس نے انبیاءؑ اور اولیاءؒ بھیجے ہیں تاکہ اس کے بندے ہدایت حاصل کریں اپنی اصلاح کرلیں اور جہنّم کے دردناک عذاب سے دوچار نہ ہوں۔ اگر یہ انتظام انسان کی بے داری اور تہذیب کا سبب نہ بنیں تو خدائے مہربان اسے دوسرے طریقوں سے خبردار کرتا ہے قسم قِسم کی بیماریوں میں گرفتار کرتا ہے، آزمائشوں میں ڈالتا ہے اور فقر و فاقے وغیرہ سے توجّہ دلاتا ہے۔ وہ ایک طبیب حاذق اور شفیق و مہربان تیماردار کی طرح کوشش کرتا ہے کہ اس بیمار انسان کی خطرناک روحانی بیماریوں کا علاج ہوجائے۔ اگر کسی بندے پر عنایاتِ خداوندی

ہوں تو یہ مصیبتیں اور بلائیں اس کو پیش آتی ہیں تاکہ وہ خدا کی طرف دھیان دے اور نیک بن جائے۔ طریقہ یہی ہے۔ اس کے علاوہ اور کوئی راستہ نہیں۔ لیکن انسان کو چاہیئے کہ وہ اس طرح سے اپنی اصلاح کرے تاکہ اسے مطلوبہ مقاصد حاصل ہو جائیں۔ اگر اس راستے سے بھی سلامتی حاصل نہ کرے اور گمراہ انسان کا علاج نہ ہو اور وہ جنّت کی نعمتوں کا مستحق نہ بن سکے تو آخر میں جان کنی اور سکرات الموت کے وقت اس پر شدّت اور سختیاں وارد ہوتی ہیں کہ شاید وہ پلٹ آئے اور متوجّہ ہو اگر پھر بھی اثر نہ ہو تو قبر، عالمِ برزخ اور ان کے بعد کے ہولناک گڑھوں اور گھاٹیوں میں اُس پر فشار، اور قسم قسم کے عذاب نازل کئے جائیں گے تاکہ وہ پاک وصاف ہو جائے اور اُسے جہنّم میں نہ جانا پڑے۔ خدائے متعال کی طرف سے یہ سب عنایات اور مہربانیاں ہیں جو انسان کو جہنّمی ہونے سے بچاتی ہیں۔ اب اگر ان تمام عنایات اور توجہاتِ ایزدی سے بھی اس کا علاج نہ ہو سکے تو پھر کیا ہو۔ اس مقام پر آخری مرحلہ در پیش آتا ہے جو کہ آگ سے داغنا ہے۔ اس کی نوبت اس لیے آئی کہ اگر مہذّب نہ بنے اور اس کی اصلاح نہ ہو سکے اور گذشتہ علاج و معالجے مؤثر ثابت نہ ہوں تو ضرورت پیش آئے گی کہ خداوندِ کریم و مہربان آگ کے ذریعے

اپنے بندے کا علاج کرے جس طرح کہ سونا آگ سے صاف ستھرا اور خالص کیا جاتا ہے۔ آیتِ شریفہ " لا بثین فیھا احقابا[1]"، (اس میں سالہا سال رہیں گے) کے ذیل میں روایت وارد ہوئی ہے کہ یہ سالہا سال کی بات اہل ہدایت اور ان اشخاص کے لیے ہے جنکا اصل ایمان محفوظ ہے۔ یہ ہمارے اور آپ کے لیے ہے۔

" وَرَوَی الْعَیاشِیُّ، بِاِسْنَادِہٖ عَنْ حُمْرَانَ، قَالَ سَئَلْتُ اَبَا جَعْفَرٍ (ع) عَنْ ھٰذِہِ الْاٰیَۃِ : (لٰابِثِینَ فِیھَا اَحْقَاباً) فَقَالَ ھٰذِہٖ فِی الَّذِینَ یَخْرُجُونَ مِنَ النَّارِ[2]"

عیاشی نے حمران سے روایت کی ہے کہ اس نے امام باقر علیہ السلام سے "لا بثین فیھا احقابا" (یعنی وہ اس میں سالہا سال رہیں گے) کی آیت کے بارے میں سوال کیا تو امامؑ نے فرمایا یہ وہ لوگ ہوں گے جنھیں آگ سے نجات ملے گی۔

اگر ہم اور آپ مومن ہیں، خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ ہر حقب

۱۔ سورۃ النباء۔ آیت ۲۳

۲۔ مجمع۔ البیان۔ ج ۱۔ ص ۲۳۰

کتنے ہزار سال کا ہوگا۔ خدا نہ کرے معاملہ یہاں تک پہنچے کہ وہ علاج و معالجے مفید اور مؤثر ثابت نہ ہوں اور نعیم مقیم کے استحقاق اور لائق ہونے کے لیے اس آخری علاج کی ضرورت محسوس ہو اور لازمی ہو جائے خدانخواستہ ایک مدّت کے لیے جہنّم میں جائے اور آگ میں جلے تاکہ وہ اخلاقی رذائل، روحانی آلودگی اور خبیث لیئم کی شیطانی صفات سے پاک ہو اور پھر اُسے "جَنّاتٍ تَجرِی مِن تَحتِہَا الاَنہَارُ" (وہ باغات جن کے نیچے نہریں جاری ہیں) کا استحقاق حاصل ہو۔ یہ تو ان بندگانِ خدا کی بات رہی جن کے گناہ اور معاصی ایسے نہیں جن کی وجہ سے رحمت و عنایتِ خداوندی اُن سے بالکل سلب ہو جائے بلکہ ابھی جنّت میں جانے کی ذاتی لیاقت ان میں موجود ہو۔ خدا نہ کرے انسان گناہوں کی کثرت کی وجہ سے راندۂ درگاہِ الہیٰ، مردود اور رحمتِ خداوندی سے محروم ہو، اور اس کے پاس ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جہنّم میں رہنے کے علاوہ کوئی اور راستہ ہی نہ ہو، ایک بات سے ڈرتے رہیئے کہ آپ کہیں خدانخواستہ رحمتِ خداوندی اور عنایاتِ الہیٰ سے محروم ہو جائیں اور اللہ کے غصے، غضب اور عذاب کا شکار ہوں، ایسا نہ ہو کہ آپ کے اعمال و کردار و گفتار ایسے ہوں جن سے آپ

کی توفیقات سلب ہوجائیں اور آپ کے لیے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جہنّم میں رہنے کے علاوہ کوئی چارہ نہ ہو۔ آپ اِس وقت کسی گرم پتّھر کو ایک سیکنڈ کے لیے اپنی ہتھیلی پر نہیں رکھ سکتے تو جہنّم کی آگ سے ڈریئے اس آگ کو علمی مراکز اور علماء کے طبقے سے باہر نکال پھینکئے یہ اختلافات یہ نفاق دِلوں سے دُور کیجئے۔ خلقِ خدا کے ساتھ حُسنِ سلوک سے پیش آیئے اچھی معاشرت کیجئے اور ان کی طرف عطوفت و مہربانی کی نگاہ سے دیکھئے البتّہ گنہگار کے ساتھ اس کے عصیان و طغیان کی بناء پر اچّھا برتاؤ نہ کیجئے اس کے بُرے اور غلط کاموں کو اس کے سامنے پیش کیجئے اور اُسے برائی سے روکئے۔ لیکن ہرج و مرج، فتنہ و فساد و بلوے وغیرہ سے اپنے آپ کو بچایئے۔ خداوندِ عالم کے نیک بندوں کے ساتھ نیکی کیجئے۔ جو عالِم ہیں ان کے علم کی وجہ سے جو ہدایت کے راستہ پر گامزن ہیں ان کے نیک اعمال کی بناء پر اور جو جاہل اور نادان ہیں خدا کے بندے ہونے کی وجہ سے ان کا احترام کیجئے۔ آپ خوش گفتاری اور مہربانی سے پیش آیئے۔ صداقت اور بھائی چارگی رکھئے۔ مہذب ہوجایئے۔ آپ تو چاہتے ہیں کہ معاشرے کو مہذب بنائیں اور اس کو درست کریں۔ جو شخص اپنی اصلاح نہیں کرسکتا وہ

کس طرح یہ چاہتا ہے یا کس طرح اس سے یہ ہو سکتا ہے کہ وہ دوسروں کی اصلاح اور رہنمائی کرے۔

ماہِ رمضان آنے میں چند دن باقی ہیں کوشش کیجیے کہ ان چند دنوں میں توبہ اور اصلاحِ نفس ہو جائے اور آپ سلامتیِ نفس کے ساتھ ماہِ رمضان میں داخل ہوں۔

مناجاتِ شعبان

شعبان کے مہینے میں کیا آپ نے مناجاتِ شعبانیہ کے ذریعے (کہ جس کے پڑھنے کا حکم اس مہینے کی پہلی تاریخ سے آخری تاریخ تک ہے) خداوندِ تبارک وتعالیٰ کی مناجات کی اور اس کے سبق آموز بلند پایۂ مضامین سے مقامِ ربوبیت کی نسبت اپنے ایمان ومعرفت میں اضافہ کیا؟

مناجاة مولانا امیر المؤمنین (علیہ السلام)

وھی مناجاة الائمہ من ولدہ (علیہم السّلام) کانوا

یدعون بھا فی شھر شعبان روایة ابن خالویہ[1]

۱۔ بحار الانوار۔ ج ۱۹۔ جز دوم۔ چاپ قدیم۔ باب الادعیہ والمناجات ص ۹۰-۸۹

(رحمۃ اللہ) اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّآلِ مُحَمَّدٍ
وَاسْمَعْ دُعَائِیْ اِذَا دَعَوْتُکَ وَاسْمَعْ نِدَائِیْ اِذَا نَادَیْتُکَ
اِلٰھِیْ اَنَا عَبْدُکَ الضَّعِیْفُ الْمُذْنِبُ وَمَمْلُوْکُکَ الْمُنِیْبُ
(الْمَعِیْبُ) فَلَا تَجْعَلْنِیْ مِمَّنْ صَرَفْتَ عَنْهُ وَجْهَکَ
وَحَجَبَهٗ سَھْوُهٗ عَنْ عَفْوِکَ۔

اِلٰھِیْ ھَبْ لِیْ کَمَالَ الْاِنْقِطَاعِ اِلَیْکَ وَاَنِرْ اَبْصَارَ
قُلُوْبِنَا بِضِیَاءِ نَظَرِھَا اِلَیْکَ حَتّٰی تَخْرِقَ اَبْصَارُ الْقُلُوْبِ
حُجُبَ النُّوْرِ فَتَصِلَ اِلٰی مَعْدِنِ الْعَظَمَةِ وَتَصِیْرَ
اَرْوَاحُنَا مُعَلَّقَةً بِعِزِّ قُدْسِکَ۔

اِلٰھِیْ وَاجْعَلْنِیْ مِمَّنْ نَادَیْتَهٗ فَاَجَابَکَ وَلَاحَظْتَهٗ
فَصَعِقَ لِجَلَالِکَ فَنَاجَیْتَهٗ سِرًّا وَعَمِلَ لَکَ جَھْرًا۔

اِلٰھِیْ لَمْ اُسَلِّطْ عَلٰی حُسْنِ ظَنِّیْ قُنُوْطَ الْاَیَاسِ، وَلَا
انْقَطَعَ رَجَائِیْ مِنْ جَمِیْلِ کَرَمِکَ۔

اِلٰھِیْ اِنْ کَانَتِ الْخَطَایَا قَدْ اَسْقَطَتْنِیْ لَدَیْکَ
فَاصْفَحْ عَنِّیْ بِحُسْنِ تَوَکُّلِیْ عَلَیْکَ۔

اِلٰھِیْ اِنْ حَطَّتْنِیَ الذُّنُوْبُ مِنْ مَکَارِمِ لُطْفِکَ فَقَدْ
نَبَّھَنِیَ الْیَقِیْنُ اِلٰی کَرَمِ عَفْوِکَ۔

اِلٰهِي اِنْ اَنَامَتْنِي الْغَفْلَةُ عَنِ الْاِسْتِعْدَادِ لِلِقَائِكَ فَقَدْ نَبَّهَتْنِي الْمَعْرِفَةُ بِكَرَمِ اٰلَائِكَ۔

اِلٰهِي اِنْ دَعَانِي اِلَى النَّارِ عَظِيمُ عِقَابِكَ فَقَدْ دَعَانِي اِلَى الْجَنَّةِ جَزِيلُ ثَوَابِكَ۔

اِلٰهِي فَلَكَ اَسْئَلُ وَاِلَيْكَ اَبْتَهِلُ وَاَرْغَبُ وَاَسْئَلُكَ اَنْ تُصَلِّيَ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَاٰلِ مُحَمَّدٍ وَاَنْ تَجْعَلَنِي مِمَّنْ يُدِيمُ ذِكْرَكَ وَلَا يَنْقُضُ عَهْدَكَ وَلَا يَغْفُلُ عَنْ شُكْرِكَ وَلَا يَسْتَخِفُّ بِاَمْرِكَ۔

اِلٰهِي وَاَلْحِقْنِي بِنُورِ عِزِّكَ الْاَبْهَجِ فَاَكُونَ لَكَ عَارِفًا وَعَنْ سِوَاكَ مُنْحَرِفًا وَمِنْكَ خَائِفًا مُرَاقِبًا يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى مُحَمَّدٍ رَسُولِهِ وَاٰلِهِ الطَّاهِرِينَ وَسَلَّمَ تَسْلِيمًا كَثِيرًا۔

امیر المومنین علیہ السّلام کے مناجات وہ ہیں کہ جو ان کے فرزندوں سے ہم تک پہنچی ہیں۔ آپ شعبان کے مہینے میں انھیں پڑھتے تھے اور بہ روایت ابنِ خالویہ رحمت اللہ علیہ اس کی عبارت اور اس کا مضمون یہ ہے۔

پروردگار درود بھیج محمدؐ اور اس کی آل پر اور میری پکار

کو سن جب میں تجھے پکاروں، اور میری آواز کو سن جب میں تجھے آواز دوں... پروردگارا میں تیرا ایک ضعیف اور گنہگار بندہ ہوں، میں تیرا ایک بھٹکا ہوا عبد ہوں تو مجھے ان لوگوں میں قرار نہ دے جن سے تو نے اپنا منہ موڑ لیا ہے اور ان لوگوں میں بھی میرا شمار نہ کر کہ جن کا سہو واشتباہ تیری عفو و درگزر کے آگے حجاب بن گیا ہے۔

پروردگارا مجھے توفیق عنایت فرما کہ میں مکمل طور پر سب سے کٹ کر تیرا ہو جاؤں اور ہمارے دلوں کی آنکھوں کو اپنے دیدار کی روشنی سے منوّر فرما تاکہ ہمارے دلوں کی آنکھیں نور کے پردوں کو چیرتی ہوئی معدن عظمت تک پہنچیں اور ہماری روحیں تیرے عزتِ قدس سے ملحق ہو جائیں۔

پروردگار تو مجھے ان لوگوں میں قرار دے کہ جب تو نے انھیں آواز دی تو انھوں نے لبیک کہا اور جب تو نے ان پر نگاہ کی تو تیرے جلال سے زمین پر گر پڑے۔ تو نے انھیں خفا میں درپردہ آواز دی اور انھوں نے آشکارا تیرے لیے عمل کیا۔

پروردگار میرے حسن گمان پر مایوسی کی بدبختی کو مسلط

نہ فرما اور میری اُمید کو اپنے بہترین کرم سے منقطع نہ فرما۔

پروردگار اگر خطائیں تیری بارگاہ میں میرے سقوط کا سبب بنی ہیں تو اس بھروسہ اور توکل کی خوبی کے سبب درگذر فرما جو مجھے تجھ سے ہے۔

پروردگار اگرچہ گناہوں نے۔مجھے تیرے کرم سے دور کردیا لیکن تیرے کرم عفو کے یقین نے مجھے بیداری بخشی ہے۔

پروردگار اگرچہ غفلت نے تجھ سے ملاقات کے لیے آمادگی سے مجھے باز رکھا تاہم تیرے نعمتوں کی شناخت نے مجھے بیدار کیا ہے۔

پروردگار اگرچہ تیرا عذاب مجھے ایک انتہائی ہولناک آگ کی طرف بلا رہا ہے لیکن تیرا بے شمار ثواب مجھے بہشت کی طرف آواز دے رہا ہے۔

پروردگار میں تجھ سے مانگتا ہوں اور تجھ سے اظہارِ ذوق و شوق کرتا ہوں اور تجھ سے چاہتا ہوں کہ تو محمدؐ اور اس کی آل پر درود بھیج اور مجھے ان لوگوں میں قرار دے جن کے لبوں پر ہمیشہ تیرا ذکر رہتا ہے، جو تیرے عہد کو نہیں توڑتے تیرے شکر سے غفلت نہیں برتتے اور تیرے امر کو کمتر نہیں

سمجھتے۔

پروردگار مجھے اپنی عزّت کے درخشاں نور تک پہنچا تاکہ میں تیرا شناسا اور تیرے غیر سے روگرداں رہوں، تیرا خوف میرے دِل پر چھایا رہے اور میں تیرا نظارہ کرتا رہوں اے صاحب جلال واکرام۔

پروردگار اپنے رسول محمدؐ اور اس کے پاکیزہ خاندان پر درود وسلام بھیج۔

تمام ائمہ طاہرینؑ خدائے ذوالجلال کو ان مناجات کے ذریعہ پکارتے تھے۔ حالانکہ بہت کم دعائیں اور مناجاتیں ایسی ہیں جن کے بارے میں یہ آیا ہو کہ تمام ائمہ طاہرین علیہم السّلام انھیں پڑھتے تھے اور خدا کی بارگاہ میں عجز وانکساری کے کلمات پیش کرتے تھے۔

یہ مناجات درحقیقت مقدمہ اور تمہید ہیں تاکہ انسان ماہِ رمضان کے وظائف وفرائض کی پذیرائی کے لیے تیار اور آمادہ ہوجائے۔ شاید اس لیے بھی ہو کہ باخبر انسان کی باخبر اور ملتفت ماہیت کو روزے کے لیے اُکسایا جائے اور اس کے خوش آئند ثمر اور نتائج یاد دلائے جائیں۔ ائمہ طاہرینؑ نے بہت سے مسئلوں اور سوالوں کا حل اپنی عطا کردہ دُعاؤں میں ظاہر کیا ان دُعاؤں کی زبان اور دوسری عام زبان

(جس میں وہ مسائل بیان کیا کرتے تھے) میں بہت فرق ہے اکثر اوقات روحانی، ماوراء طبیعات، دقیق مسائل اور دیگر امور جو معرفت خدا سے مربوط ہیں دُعا کے لب ولہجہ میں بیان فرماتے تھے ہم ان دعاؤں کو آخر تک پڑھ جاتے ہیں لیکن افسوس کہ ان کے اصل مطالبِ ومفاہیم کی طرف دھیان نہیں دیتے اور اصولی طور پر سمجھ نہیں پاتے کہ ہمارے معصوم امامؑ کیا کہنا چاہتے ہیں؟ اُن مناجات میں ہم پڑھتے ہیں۔

" الٰھی ھَبْ لی کَمالَ الاِنْقِطاعِ اِلَیْکَ وَاَنِرْ اَبْصارَ قُلُوبِنا بِضِیاءِ نَظَرِھا اِلَیْکَ حَتّٰی تَخْرِقَ اَبْصارُ الْقُلُوبِ حُجُبَ النُّورِ، فَتَصِلَ اِلٰی مَعْدَنِ الْعَظَمَۃِ وَتَصِیرَ اَرْواحُنا مُعَلَّقَۃً بِعِزِّ قُدْسِکَ "

خدایا نفسِ امّارہ جو مارشل لاء حاکم کی طرح ہے اس کی پیروی سے ہمیں بچائے رکھ۔ ہوا و ہوس اور خواہشاتِ نفسانی سے سروکار نہ ہو اور ہمارے دلوں کی آنکھوں کو اُس روشنی کے ساتھ منوّر کر دے۔ جس سے ہم تیری طرف دیکھ سکیں تاکہ یہ آنکھیں نُور کے ذریعہ

معدن عظمت تک پہنچ جائیں اور ہماری اروح تیری بارگاہِ قدس میں عزّت کے ساتھ باقی رہیں۔

یہ جملہ کہ خدایا مجھے اپنی طرف کمال انقطاع عطا فرما شاید اِس مفہوم کو بیان کرتا ہے کہ باخبر اللہ والے لوگ مبارک ماہِ رمضان کے آنے سے پہلے اپنے آپ کو اس روزے کے لیے آمادہ اور تیار کرلیں جو حقیقت میں انقطاع اور لذّاتِ دُنیا سے اجتناب کرنا سِکھاتا ہے' (اور یہ اجتناب پورے طور پر انقطاع الی اللہ ہے۔) لیکن مکمل انقطاع آسانی کے ساتھ حاصل نہیں ہوتا۔ بلکہ اس کے لیے تمرین و مشقت، ریاضت، استقامت اور فوق العادۃ مماثلت کی ضرورت ہے، تب کہیں جاکر تمام قویٰ کے ساتھ غیر خدا سے تعلّق اور توجّہ ہٹا سکتا ہے۔ تمام عمدہ انسانی صفات غیر اللہ کی طرف سے پورے طور پر کٹ جانے اور خداوند تعالےٰ سے رشتہ جوڑنے ہی میں پوشیدہ ہیں۔ اگر کوئی شخص اس پر دسترس حاصل کرلے تو وہ سعادتِ عظمیٰ پر فائز ہو جائے گا۔ لیکن اگر تھوڑی سی توجّہ بھی دُنیا کی طرف رہی تو محال ہے کہ انقطاع الیٰ اللہ حاصل ہو. جو شخص چاہتا ہے کہ ماہِ رمضان المبارک کے روزے ان آداب کے ساتھ بجالائے

جو اس سے مطلوب ہیں تو اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ مکمل انقطاع الی اللہ رکھتا ہو تب ہی وہ مراسم وآدابِ مہمانی کو بجا لاسکتا ہے اور میزبان کے مقام و منزلت سے بقدر امکان معرفت حاصل کرسکتا ہے۔

اللہ کی مہمانی

حبیبِ خدا حضرت محمد مصطفےٰ[ص] کے مطابق (آپ سے منسوب ایک خطبہ کی رو سے) تمام لوگوں کو ماہِ مبارک رمضان میں خدا کی مہمانی کی دعوت دی گئی ہے اور وہ خدا کے مہمان ہیں، آپ فرماتے ہیں۔

" ایھا النّاس انہ قد اقبل الیکم شھر اللّٰہ..
وقد دعیتم فیہ الی ضیافۃ اللّٰہ "

"اے لوگو! اللہ کا مہینہ تمھاری طرف آیا ہے اور تم کو اس ماہ میں اللہ نے اپنی مہمانی کی دعوت دی ہے۔ اللہ تعالیٰ میزبانی کے فرائض انجام دے گا، وہ منتظمِ حقیقی ہے۔"

"عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْحَسَنِ بْنِ فَضَّالٍ، عَنْ أَبِيهِ عَنِ الرِّضَا (ع)، عَنْ آبَائِهِ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ عَنْ عَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ: إِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ خَطَبَنَا ذَاتَ يَوْمٍ، فَقَالَ: أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّهُ قَدْ أَقْبَلَ إِلَيْكُمْ شَهْرُ اللهِ بِالْبَرَكَةِ وَالرَّحْمَةِ وَالْمَغْفِرَةِ شَهْرٌ هُوَ عِنْدَ اللهِ أَفْضَلُ الشُّهُورِ، وَأَيَّامُهُ أَفْضَلُ الْأَيَّامِ، وَلَيَالِيهِ أَفْضَلُ اللَّيَالِي، وَسَاعَاتُهُ أَفْضَلُ السَّاعَاتِ:

هُوَ شَهْرٌ دُعِيتُمْ فِيهِ إِلَى ضِيَافَةِ اللهِ، وجعلتم فيه من اهل كرامة الله

أَنْفَاسُكُمْ فِيهِ تَسْبِيحٌ، وَنَوْمُكُمْ فِيهِ عِبَادَةٌ وَعَمَلُكُمْ فِيهِ مَقْبُولٌ، وَدُعَاؤُكُمْ فِيهِ مُسْتَجَابٌ، فَاسْأَلُوا اللهَ رَبَّكُمْ بِنِيَّاتٍ صَادِقَةٍ وَقُلُوبٍ طَاهِرَةٍ أَنْ يُوَفِّقَكُمْ لِصِيَامِهِ وَتِلَاوَةِ كِتَابِهِ: ١

حضرت علی علیہ السّلام سے روایت ہے کہ آپؑ نے فرمایا حضرت رسولِ اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ایک دن ہمارے لیے فرمایا " اے لوگو! اللہ کا مہینہ اپنی برکتوں، رحمتوں،

١۔ وسائل الشیعہ، چاپ اسلامیہ، ج ۴ ص ۲۲۷؛ کتاب الصوم، باب ۱۸، حدیث ۲۰۔

اور مغفرتوں کے ساتھ تمھاری طرف آرہا ہے اور یہ وہ مہینہ ہے کہ جو خداوند تبارک و تعالٰے کے نزدیک بہترین مہینوں میں شمار ہوتا ہے۔ اس کے دِن بہترین دِن، اس کی راتیں بہترین راتیں اور اس کے ساعات بہترین ساعات ہیں۔

اس ماہ آپ اللہ کی مہمانی پر مدعو ہیں اور اس کا کرم اور اس کی بخشش آپ پر محیط ہے۔ اس مہینے میں آپ کی ہر کھینچتی ہوئی سانس ایک تسبیح ہوگی، آپ کا سونا عبادت اور آپ کے اعمال قبولیت کی منزل میں ہوں گے۔ آپ کی دعائیں مستجاب ہوں گی۔ پس آپ کو چاہیئے کہ آپ پاکیزہ قلوب اور خالص نیتوں کے ساتھ اپنے پروردگار کو آواز دیں تاکہ وہ اس ماہ کے روزوں اور قرآن کی تلاوت میں آپ کو کامیابی عنایت کرے۔

آپ ان چند دنوں میں جو ماہِ رمضان کے آنے میں باقی ہیں خیال کریں اور اپنی اصلاح کرکے اللہ کی طرف متوجّہ ہوں۔ اپنے نامناسب کردار، گفتار اور رفتار سے توبہ و استغفار کرلیں۔ اگر خدانخواستہ کوئی گناہ کیا ہے تو ماہِ رمضان کے آنے سے پہلے اللہ سے توبہ کرلیں اور زبان کو خدا کی مناجات کرنے کا عادی بنالیں۔

خدا نہ کرے کہ ماہِ رمضان میں آپ سے غیبت، تہمت یا کوئی گناہ سرزد ہو اور آپ دربارِ خداوندی یا خدائی مہمان خانہ میں نعماتِ الٰہی کے ساتھ ساتھ گناہوں سے آلودہ ہو جائیں۔ آپ کو اس برکت والے مہینہ میں خدا کی مہمانی کی دعوت دی گئی ہے۔ لہٰذا اپنے آپ کو خدا کی پُرشکوہ اور شاندار مہمانی کے لیے آمادہ کیجئے کم از کم آپ روزہ کے ظاہری اور صوری آداب کے پابند ہوں۔ (آدابِ حقیقی تو ایک الگ بات ہے جو زحمت، مشقت اور دائمی مراقبت و پابندی کا محتاج ہے) روزہ کے معنیٰ صِرف اپنے آپ کو کھانے پینے سے روکے رکھنا نہیں بلکہ گناہوں سے رکنا بھی ہے اور یہ روزے کے ابتدائی آداب میں سے ہے جو کہ مبتدی لوگوں کے لیے ہے۔ (لیکن اللہ والوں کے لیے کہ جو معدنِ عظمت تک پہنچنا چاہتے ہیں روزے کے کچھ اور آداب ہیں) آپ کم از کم روزے کے ابتدائی آداب پر عمل کرلیں جس طرح شکم کو کھانے پینے سے محفوظ رکھتے ہیں آنکھ کان زبان کو بھی گناہوں سے بچائیں اور ابھی سے اس کی ابتداء کریں، زبان کو غیبت، تہمت، بدگوئی اور جھوٹ سے بچائیں، کینہ، حسد اور دوسری بُری شیطانی عادات کو دِل سے باہر نکال دیں۔ اگر آپ سے ممکن ہو سکے تو آپ انقطاع الی اللہ حاصل کریں، اپنے اعمال کو خالص

اور بے ریا انجام دیں اور شیاطین جن وانس سے منقطع ہو جائیں لیکن بظاہر تو ہم اس قیمتی سعادت تک پہنچے اور اس پر دسترس حاصل کرنے سے مایوس ہیں البتّہ کم از کم اتنی تو کوشش کیجئے کہ آپکا روزہ محرمات کی شرکت سے پاک ہو، حرام چیزوں کا دخل نہ ہو ورنہ آپ کا روزہ شرعی طور پر صحیح بھی ہو تب بھی مقبولِ بارگاہِ الٰہی نہ ہو گا، اور صعود نہیں کرے گا۔ عمل کا صعود اور اس کی مقبولیت شرعی صحت سے مختلف چیز ہے۔ اگر ماہِ رمضان کے اختتام پذیر ہونے پر بھی آپ کے اعمال وافعال میں کوئی تبدیلی نہ آئی اور آپ کی راہ و روش ماہِ رمضان سے پہلے ہی جیسی رہی تو معلوم ہو گا کہ جو روزہ آپ سے مطلوب تھا وہ عمل میں نہیں آیا اس کو حقیقت سمجھیے اور جو روزہ آپ نے انجام دیا ہے وہ عام اور حیوانی تھا۔ اس مقدّس مہینہ میں کہ جس میں آپ کو خدا کے مہمان خانے میں دعوت کی عزّت بخشی گئی اگر آپ نے معرفت حاصل نہ کی یا آپ کی معرفت میں اضافہ نہ ہوا تو پھر سمجھ لیجئے کہ آپ خدائی ضیافت و مہمانی میں صحیح طور پر شریک نہیں ہوئے اور مہمانی کا حق کچھ ادا نہیں کیا اس کو نہ بھولئے کہ ماہِ رمضان میں جو کہ اللہ کا مہینہ ہے جس میں رحمتِ الٰہی کے دروازے بندگانِ خدا کی طرف کھول دیئے جاتے ہیں اور ایک حدیث

کے مطابق شیاطین کو زنجیروں میں جکڑ دیا جاتا ہے۔

عَنْ جَابِرٍ، عَنْ اَبِي جَعْفَرٍ (عَلَيْهِ السَّلَامُ) قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ (ص) يُقْبِلُ بِوَجْهِهِ اِلَى النَّاسِ فَيَقُوْلُ: مَعَاشِرَ النَّاسِ اِذَا طَلَعَ هِلَالُ شَهْرِ رَمَضَانَ غُلَّتْ مَرَدَةُ الشَّيَاطِيْنِ، وَفُتِحَتْ اَبْوَابُ السَّمَاءِ وَاَبْوَابُ الْجِنَانِ وَاَبْوَابُ الرَّحْمَةِ وَغُلِّقَتْ اَبْوَابُ النَّارِ، وَاسْتُجِيْبَ الدُّعَاءُ... حَتّٰى اِذَا طَلَعَ هِلَالُ شَوَّالٍ، نُوْدِيَ الْمُؤْمِنُوْنَ، اَنِ اغْدُوْا اِلٰى جَوَائِزِكُمْ، فَهُوَ يَوْمُ الْجَائِزَةِ: ١

" امام جعفر صادق علیہ السّلام سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا: جنابِ رسالتمآبؐ، لوگوں سے مخاطب ہو کر فرماتے تھے: اے لوگو! جب رمضان کا چاند طلوع ہوتا ہے تو جارح شیاطین مقید کر دیئے جاتے ہیں، آسمان، بہشت اور رحمت کے دروازے کھل جاتے ہیں، آگ اور دوزخ کے دروازوں کو بند کر دیا جاتا ہے اور دعائیں مستجاب ہوتی ہیں... یہاں تک کہ ماہِ شوال طلوع ہوتا ہے۔ اس

١۔ وسائل، طبع اسلامیہ ج ۴، ص ۲۴۵

وقت مومنوں کو آواز دی جاتی ہے کہ آج انعام کا دن ہے
آئیں اور اپنا انعام حاصل کریں۔

اگر آپ اپنی اصلاح نہ کر سکے اور مہذّب و محتاط نہ ہوئے اور نفسِ عمّارہ کو اپنے کنٹرول میں نہ لے سکے اور خواہشاتِ نفسانی کو پاؤں تلے دبا کر اپنا تعلق اور رُبط دنیا اور مادّیت سے منقطع نہ کر سکے تو پھر ماہِ رمضان کے ختم ہونے کے بعد مشکل ہے کہ ان مسائل کو عمل کے مرحلے میں لایا جا سکے۔ لہٰذا اس فرصت سے استفادہ کرو اور اس سے پہلے کہ یہ عظیم فیض آپ سے رخصت ہو اپنے امور کی اصلاح، ان کا تزکیہ اور تصفیہ کر لو۔ اپنے آپ کو ماہِ رمضان کے وظائف اور فرائض کے لیے آمادہ کر لو۔ ایسا نہ ہو کہ رمضان کے آنے سے پہلے شیطان گھڑی کی طرح آپ کو چابی دے آپ اسی کی چالیں چلنے لگیں اور اس مہینہ میں آپ خود کار مشین کی طرح گناہوں اور خلافِ اسلام اعمال میں مشغول رہیں۔ بعض اوقات عاصی اور گنہگار انسان کثرت معصیّت اور خدا سے دوری کے باعث تاریکی اور نادانی میں اس طرح ڈوبا ہوا ہوتا ہے کہ اسے شیطانی وسوسہ کی ضرورت نہیں ہوتی۔ خود شیطانی رنگ میں رنگ جاتا ہے۔ خدائی رنگ[1] شیطانی

۱۔ صبغة الله ومن احسن من الله صبغة ونحن له عابدون: بقرہ - آیت - ۱۴۲

رنگ کے مدِّمقابل ہے جو شخص خواہشِ نفس کے پیچھے لگتا ہے اور شیطان کی پیروی کرتا رہتا ہے وہ آہستہ آہستہ اسی شیطان کے رنگ میں رنگ جاتا ہے۔ (پکّا شیطانی ہو جاتا ہے) آپ پختہ ارادہ کرلیں کہ کم از کم اس ایک مہینہ میں اپنی نگہبانی کریں گے۔ (اپنے اوپر ترس کھائیں گے) اور اس گفتار و کردار سے اجتناب کریں گے جس سے خدا خوش نہیں ہے۔ ابھی سے اس مجلس میں بیٹھے ہوئے اپنے خدا سے عہد و پیماں باندھ لیں کہ ہم ماہِ مبارک رمضان میں خود کو دوسروں کی غیبت و بدگوئی اور تہمت سے دور رکھیں گے۔ زبان، آنکھ، ہاتھ، کان اور باقی اعضاء و جوارح کو اپنے ارادے کے تحت قرار دے کر اپنے اعمال و گفتار کی حفاظت کریں گے۔ شاید یہی شائستہ عمل اس بات کا سبب بنے کہ خداوندِ تبارک و تعالی آپ کی سمت متوجّہ ہو اور آپ کو توفیق عنایت کرے اور ماہِ رمضان کے ختم ہونے کے بعد جب شیاطین زنجیروں کی قید سے چھوٹیں تو آپ کی اصلاحِ نفس ہو چکی ہو پھر آپ شیطان کے فریب میں نہ آسکیں اور اُس کے پھندوں میں نہ پھنس سکیں میں دوبارہ اصرار کروں گا کہ آپ پختہ ارادہ کرلیں کہ ماہِ مبارک کے ان تیسوں دنوں میں اپنی زبان، آنکھ، کان اور دوسرے اعضاء

و جوارح کی حفاظت کریں گے۔ ہر وقت متوجہ رہیں گے کہ آپ جو عمل انجام دینا یا جو بات اپنی زبان پر لانا چاہتے ہیں اور جو کچھ اپنے کانوں سے سننا چاہتے ہیں شریعت کی نگاہ میں اس کا کیا حکم ہے؟ یہ تو روزے کے ابتدائی اور ظاہری آداب ہیں۔ کم از کم آپ ان ظاہری آداب کے پابند ہو جائیں۔ اگر آپ دیکھیں کہ کوئی شخص کسی کی غیبت کرنا چاہتا ہے تو اس کو منع کیجئے اور اس سے کہہ دیجئے ہم نے خدا سے عہد کیا ہے کہ ماہِ رمضان کے ان تیس ۳۰ دنوں میں ہم افعالِ محرمہ اور قبیحہ سے پرہیز کرینگے اور اگر آپ اسے غیبت کرنے سے نہیں روک سکتے تو اس مجلس سے اُٹھ کر کھڑے ہوں۔ وہاں بیٹھ کر غیبت نہ سنئے۔ (مسلمان آپ سے امن و امان میں ہوں جس شخص کے ہاتھ، زبان اور آنکھ سے دوسرے مسلمان امان میں نہ ہوں حقیقت میں وہ مسلمان نہیں ہے۔ وہ صرف ظاہراً اور صورۃً مسلمان ہے اور اس نے صورۃً لاالٰہ الااللہ کہا ہے۔)

قَالَ الصَّادِقُ عَلَيْهِ السَّلَامُ: قَالَ رَسُولُ ﷺ[۱]:

اَلَا اُنَبِّئُكُمْ لِمَ سُمِّيَ الْمُؤْمِنُ مُؤْمِنًا؟ لِاِيْمَانِهِ النَّاسَ عَلَىٰ اَنْفُسِهِمْ وَاَمْوَالِهِمْ اَلَا اُنَبِّئُكُمْ مَنِ الْمُسْلِمُ؟

۱۔ سفینہ، مادۂ ایمان

اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ النَّاسُ مِنْ یَدِہٖ وَ لِسَانِہٖ۔

امام صادق علیہ السّلام، جناب رسالتمآبؐ کی زبانی ارشاد فرماتے ہیں: کیا میں تمھیں بتاؤں کہ مومن کو مومن کیوں کہا گیا ہے؟ اس لئے کہ مومن لوگوں کے اموال اور ان کے نفوس پر ایمان کی نظر رکھتا ہے۔ کیا تم مسلمان کے بارے میں جاننا چاہتے ہو کہ مسلمان کون ہے؟

"مسلمان وہ ہے کہ جس کے ہاتھ اور جس کی زبان سے دوسرے لوگ محفوظ ہوں"۔

اگر آپ خدانخواستہ کسی کے حق میں جسارت یا اس کی اہانت اور غیبت کرنا چاہتے ہیں تو سمجھ لیجئے کہ آپ بارگاہِ خداوندی میں حاضر اور اس کے مہمان ہیں اور اس کے سامنے اس کے بندوں کے حق میں بے ادبی کر رہے ہیں۔ یاد رکھئے کہ خدا کے بندوں کی بے عزّتی خدا کی اہانت ہے یہ سب خدا کے بندے ہیں خصوصاً اگر وہ اہلِ علم اور علم و تقویٰ کے راستے پر گامزن ہوں۔ بعض اوقات آپ دیکھیں گے کہ انسان ان امور کی وجہ سے اس حد تک پہنچ جاتا ہے کہ مرتے وقت وہ خدا کی تکذیب اور آیاتِ الہیٰ کا انکار کر دیتا ہے اور کافر بن جاتا ہے۔

ثم کان عاقبۃ الذین اساؤ السؤای ان کذبوا بآیات اللہ وکانوا بہا یستہزؤن:۱

پھر ان لوگوں کا انجام کہ جنھوں نے برے کام کئے یہ ہے کہ وہ خدا کی آیات کی تکذیب کرتے ہیں اور ان کا مذاق اڑاتے ہیں۔

یہ امور بہ تدریج وقوع پذیر ہوتے ہیں۔ آج ایک غلط نگاہ کل کسی کی غیبت دوسرے دن کسی مسلمان کی اہانت، آہستہ آہستہ یہ گناہ دل میں بھر جاتے ہیں اور دل کو سیاہ کرکے انسان کو معرفتِ خدا سے روک دیتے ہیں اور معاملہ اِس حد تک پہنچ جاتا ہے کہ انسان تمام چیزوں کا انکار کرتے ہوئے حقائق کی تکذیب کرنے لگتا ہے۔ (دِل و دماغ شیطان کا گھر بن جاتا ہے۔) بعض آیات اور کچھ روایات کی تفسیر کے مطابق انسان کے اعمال رسولؐ خدا اور ائمہ ہدیٰ کی بارگاہ میں پیش ہوتے ہیں اور ان کی نگاہِ مبارک سے گزرتے ہیں۔

" وَقُلِ اعمَلوُا فَسَیَرَی اللہُ عَمَلَکُمْ وَرَسُولُہُ وَالْمُؤْمِنُونَ وَسَتُرَدُّونَ اِلیٰ عَالِم اِلْغَیبِ وَالشَّھَادَۃِ، فَیُنَبِّئُکُمْ بِمَا کُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ۲

۱۔ سورہ روم۔ آیت ۱۰　　　　۲۔ سورہ توبہ۔ آیت ۱۰۵

عَنْ اَبِی بَصِیرٍ، عَنْ اَبِی عَبدِاللّٰہِ (ع) قَالَ: تُعْرَضُ الاَعمالُ علیٰ رَسُولِ اللّٰہِ (ص) اَعْمَالُ العِبَادِ کُلَّ صَباحٍ، اَبرارُھا وَفجارُھا، فَاحْذَرُوھا، وَھُوَقَولُ اللّٰہِ عَزَّوَجَلَّ: وَقُلِ اعمَلُوا فَسَیَرَی اللّٰہُ عَمَلَکُمْ وَرَسُولُہُ وَسَکَتَ:

عَنْ اَبِی عَبدِاللّٰہِ (ع) قَالَ: سَمِعْتُہُ یَقُولُ: مَالَکُمْ تَسُوؤُنَ رَسُولَ اللّٰہِ (ص) فَقَالَ لَہُ رَجُلٌ: کَیفَ نَسُوؤُہُ؟ افَقَالَ: اَمَا تَعْلَمُونَ اَنَّ اَعمالَکُمْ تُعْرَضُ عَلَیہِ. فَاِذَارَأی فِیھَا مَعْصِیَۃً سَائَہُ ذٰلِکَ، فَلَا تَسُوؤُا رَسُولَ اللّٰہِ (ص) وَسُرُّوہُ: ا

اور کہہ دو اے رسول تم جو کچھ بھی عمل انجام دے رہے ہو خدا، اس کا رسول اور مومنین اسے جلد مشاہدہ کرتے ہیں اور تم بھی ظاہر و باطن کا علم رکھنے والے خدا کی سمت بہت جلد لوٹو گے پھر وہاں وہ تمھیں ان سب چیزوں سے آگاہ کرے گا جو تم بجالاتے رہے ہو۔

" امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ

وسائل، ج ۶، ص ۳۸۷، باب ۱۰۱، حدیث ۱ سے ۴

آپ نے فرمایا: بندوں کے اعمال۔ وہ بُرے ہوں کہ اچھے۔ ہر روز جنابِ رسولِ خدا کے حضور پیش ہوتے ہیں۔ پس تمھیں اس کا خوف ہونا چاہیئے! خداوندِ عالم فرماتا ہے: "کہہ دو اے رسول کہ تم عمل کرو خدا اور اس کا رسول حتماً تمھارے عمل کو دیکھتا ہے" یہ کہہ کر آپ خاموش ہو گئے۔

امام جعفرِ صادق علیہ السّلام نے فرمایا: جناب رسالتمآب کو کیوں ایذا پہنچاتے ہو، انھیں کیوں تکلیف دیتے ہو، کسی نے پوچھا ہم کس طرح انھیں تکلیف دیتے ہیں، آپؑ نے فرمایا: کیا تمھیں نہیں معلوم کہ تمھارے اعمال ان کے حضور پیش ہوتے ہیں اور جب وہ ان میں معصیت کو دیکھتے ہیں تو انھیں بڑی تکلیف پہنچتی ہے، انہیں تکلیف نہ دو بلکہ ان کی خوشی کا سامان فراہم کرو۔

جب آنحضرتؐ آپ کے اعمال کا مشاہدہ کریں گے اور دیکھیں گے کہ وہ خطاؤں اور گناہوں سے پُر ہیں تو آپؐ کو کس قدر تکلیف ہو گی۔ آپ ایسا نہ کریں کہ رسولِ خدا کو تکلیف پہنچے، آپ اس کو پسند نہ کریں کہ ان کے قلبِ مبارک کو چوٹ لگے اور آپ محزون ہوں۔ جب آنحضرتؐ دیکھیں گے کہ آپ کے اعمال کا صفحہ تہمت

وغیبت اور مسلمانوں کی نسبت بدگوئی سے بھرا ہوا ہے، آپ کی پوری توجّہ دنیا اور مادیّت کی طرف ہے، دِل بغض وکینہ وحسد اور ایک دوسرے کی بدبینی سے لبریز ہے تو ممکن ہے آپ حضورِ خداوندی اور فرشتوں کے سامنے شرمسار ہوں کہ آپؐ کے اُمتّی اور پیروکار نعماتِ الٰہی کے ناشکر گزار ہیں اور اس طرح بے پرواہ ہوکر خدا کی امانتوں میں خیانت کر رہے ہیں۔

جو شخص کسی سے مربوط ہو (وہ چاہے اس کا غلام ہی کیوں نہ ہو) جب کسی غلط کام کا مرتکب ہوتا ہے تو وہ مربوط شخص کی شرمساری کا باعث ہوتا ہے۔ آپ رسولِ اکرمؐ سے تمسّک رکھتے ہیں۔ آپ مرکزِ علم میں داخل ہوکر اپنے آپ کو فقۂ اسلام، رسولِ اکرمؐ اور قرآنِ کریم سے مربوط کر چکے ہیں اب اگر آپ کسی برے عمل کا ارتکاب کریں گے تو آنحضرتؐ کو صدمہ پہنچے گا اور آپ کو بہت بُرا معلوم ہوگا۔ ممکن ہے کہ آنحضرتؐ خدانخواستہ آپ کو نفرین کریں۔ آپ اسکو پسند نہ کریں۔ رسولِ خداؐ اور ائمہ طاہرینؑ آپ کے اعمال دیکھ کر محزون و مغموم ہوں۔

انسان کا دل آیئنہ کی طرح صاف و شفاف ہے اور دُنیا کی طرف حد سے زیادہ توجّہ اور گناہوں کی کثرت سے وہ مکدر ہو جاتا ہے

لیکن اگر انسان کم از کم روزے ہی خالص خدا کے لیے اور بے ریا بجالائے (میں یہ نہیں کہتا کہ باقی عبادات خلوص کے ساتھ نہ ہوں بلکہ یہ ضروری ہے کہ تمام عبادات خالصتاً للہ اور بے ریا ہوں) اور اس عبادت کو کہ جو شہوات سے اعراض، لذّات سے اجتناب اور غیرِ خدا سے انقطاع سے عبارت ہے اس ایک مہینے میں اچھی طرح بجالائے تو ہوسکتا ہے کہ فضلِ الٰہی شاملِ حال ہو، اور اس کا آئینۂ دِل سیاہی، کدورت، اور گندگی سے دُھل جائے (اور صاف شفاف ہو جائے) اور اُمید کی جاسکتی ہے کہ یہ عمل اُسے عالم طبیعت اور لذّاتِ دنیا سے دور کردے اور جس وقت وہ شبِ قدر میں داخل ہو تو وہ انوار و روشنیاں جو اس رات اولیاءِ خدا اور مومنین کو حاصل ہوتی ہیں اس کے ہاتھ بھی لگ جائیں اور اس قسم کے روزے کی جزا خدا ہے جیسا کہ ارشاد ہوتا ہے: الصوم لی وانا اجزی بہ کوئی اور چیز اس طرح کے روزے کا بدل نہیں ہوسکتی جنات النعیم اس قسم کے روزے کے مقابلہ میں بے قیمت ہیں۔ وہ اس کی جزاء کے حساب میں نہیں آسکتیں۔

لیکن اگر مقصد یہ ہو کہ انسان روزے کے نام پر اپنے منہ کو کھانے کی چیزوں سے تو بند رکھے لیکن لوگوں کی غیبت کے لیے کھولے

اور ماہِ رمضان کی وہ راتیں کہ جن میں شب بیداری کی محفلیں منعقد ہوتی رہتی ہیں اور وقت و فرصت ان میں زیادہ ہوتا ہے، اگر انھیں غیبت و تہمت زنی اور مسلمانوں کی اہانت کے ساتھ صبح میں داخل کرے تو ایسے شخص کو روزے سے کچھ بھی فائدہ نہیں ہوگا، اور اس روزے پر کوئی اثر مرتّب نہیں ہو گا۔ بلکہ ایسے روزہ دار نے تو اللہ کی مجلسِ مہمانی کے آداب کا لحاظ ہی نہیں کیا اور اس نے اس سے ولی نعمت کے حق کو ضائع کیا ہے۔ وہ ولِی نعمت جس نے انسان کی پیدائش سے پہلے اس کی زندگی کے آرام و آسائش کے لیے ہر قسم کے اسباب فراہم کئے ہیں اور اس کی تکمیل کے اسباب مہیّا فرمائے۔ انبیائے کرام اس کی ہدایت کے لیے بھیجے اور کتبِ آسمانی نازل فرمائیں۔ اس نے انسان کو "معدنِ عظمت اور مجمع النوّر" تک پہنچنے کی قدرت بخشی، اسے عقل و ادراک عطا فرمائے اور اس پر کرامتوں کی بارش کی اور اب اس نے اپنے بندوں کو دعوت دی ہے کہ وہ اس مہمان خانے میں اس کے خوانِ نعمت پر بیٹھ کر جتنا ان کے ہاتھ اور زبان سے ہو سکے اس کا شکریہ اور حمد بجا لائیں تو کیا یہ درست ہے کہ بندے اس کی نعمت کے دسترخوان سے لطف اندوز ہوں نیز آسائش و آرام کے ان وسائل اور اسباب سے

مستفیض ہوں جو اس نے ان کے اختیار میں دے رکھا ہے، اور اپنے آقا مولا اور میزبان کی مخالفت کریں اس کے برخلاف قیام کریں۔ جو وسائل واسباب اُس نے انہیں بخشے ہیں وہ انہیں اس کی مخالفت اور اس کی مرضی کے خلاف استعمال کریں۔ کیا یہ ناشکری اور نمک حرامی نہیں کہ انسان خود اپنے مولا کے دستر خوان پر بیٹھ کر گستاخانہ اور بے ادبانہ کردار کے ساتھ اس محترم میزبان کی نسبت جو اس کا ولیِ نعمت بھی ہے اہانت اور جسارت کرے اور ایسے کام کرے جو کہ میزبان کے نزدیک قبیح اور بُرے ہوں۔

مہمان کو چاہیئے کہ وہ کم از کم میزبان کو پہچانے اس کے مقام اور منزلت کی معرفت رکھے اور مجلسِ مہمانی کے مراسم وآداب سے آشنا ہو۔ کوشش کرے کہ اخلاق و نزاکت کے خلاف کوئی عمل سرزد نہ ہو۔ خداوندِ متعال کے مہمان کو چاہیئے کہ وہ مقامِ خداوندِ ذوالجلال سے واقف ہو۔ وہ مقام کہ جس کی زیادہ سے زیادہ پہچان اور معرفت کے لیے ائمہ علیہم السلام اور انبیاء کرام ہمیشہ کوشاں رہے اور ان کی آرزو و خواہش تھی کہ وہ معدنِ نور وعظمت پر دسترس حاصل کریں (خدایا) ہمارے دلوں کی آنکھوں

کو اپنی ذاتِ واجب کی طرف دیکھنے والی روشنی سے منور کر دے۔ اللہ تو مقلب القلوب والابصار ہے یہاں تک کہ دِلوں کی آنکھیں نور کے حجابوں کو چیر کر معدنِ عظمت تک پہنچ جائیں۔ اللہ کی ضیافت و مہمانی ہی معدنِ عظمت ہے۔ خداوِ عالم نے معدنِ نور و عظمت میں وارد ہونے کے لیے اپنے بندوں کو مدعو کیا ہے۔ لیکن اگر بندہ لیاقت نہ رکھتا ہو تو پھر وہ اس قسم کے باشکوہ اور جلیل القدر مقام میں وارد نہیں ہو سکتا۔ خداوندِ عالم نے اپنے بندوں کو تمام خیرات و مبرّات (نیکیاں) اور بہت سے معنوی اور روحانی لذّات کی طرف دعوت دی ہے۔ لیکن اگر وہ خود ایسے مقاماتِ عالیہ میں حاضر ہونے کے لیے آمادہ نہ ہوں تو پھر وہ ان میں داخل نہیں ہو سکتے، روحانی آلودگیوں، اخلاقی پستیوں اور دِل، اعضاء اور جوارح کے گناہوں کے ساتھ بھلا کس طرح دربارِ ربوبیت میں حاضری ہو سکتی ہے اور اس ربّ الارباب کے مہمان خانہ میں کس طرح جایا جا سکتا ہے جو معدن العظمتہ (عظمتوں کی کان) ہے۔ اس کے لیے قابلیت، لیاقت، اہلیت اور آمادگی کی ضرورت ہے۔

روسیاہیوں اور دلوں کی آلودگیوں کے ساتھ کہ جو ظلماتی

اور تاریکی کے حجابات سے چھپ چکے ہیں ان معانی اور حقائق روحانی کو درک نہیں کیا جا سکتا ان حجابات کو چاک کرنا پڑے گا۔ یہ تاریک اور روشن حجاب جو دلوں پر مسلّط ہیں اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ تک پہنچنے سے مانع ہیں ان کو علیٰحدہ کرنا پڑے گا۔ پھر کہیں جا کر نورانی اور باشکوہ محفلِ خداوندی میں حاضری دی جا سکتی ہے۔

نور وظلمت کے حجاب

غیرِ خدا کی طرف متوجّہ ہونا اور راغب ہونا تاریکیوں میں انسان کو دھکیل دیتا ہے۔ ظلماتی چکّروں میں گھر جاتا ہے اور نورانی مقدّس حجاب کا خیال تک اس کے دِل سے محو ہو جاتا ہے۔ تمام دنیاوی امور انسان کو اگر دنیا کی طرف متوجّہ ہونے اور خدا سے غافل کرنے کا سبب بنیں تو یہ حجبِ ظلماتی کا بڑا سبب ہوتے ہیں۔

تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِيْنَ لَا يُرِيْدُوْنَ عُلُوًّا فِي الْاَرْضِ وَلَا فَسَادًا وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ: ۱

۱- سورۃ قصص، آیہ-۸۳

ہم نے اس دار آخرت کو، کہ جس کی توصیف تم
نے سُنی ہے ان لوگوں کے لیے قرار دیا ہے جو زمین میں
نہ تو برتری چاہتے ہیں اور نہ فساد، اور نیک سرانجام
پرہیز گاروں کا نصیب ہے۔

تمام عوالمِ اجسام ظلماتی حجاب ہیں اگر یہی دُنیاوی امور خدا کیطرف متوجّہ ہونے اور دار آخرت (جو کہ تشریف ہے) تک پہنچنے کا وسیلہ اور ذریعہ بنیں۔ حجابِ ظلماتی حجابِ نورانی سے بدل جاتے ہیں اور کمالِ انقطاع یہ ہے کہ تمام حجاباتِ ظلماتی و نورانی چاک کر دیئے جائیں اور انھیں ہٹا دیا جائے تاکہ خدا کے مہمان خانے (معدنِ عظمت) میں داخل ہو سکیں۔ اسی لیے تو ان مناجات میں خداوندِ عالم سے دِل کی بینائی اور نورانیت کی درخواست کی گئی ہے کہ نورانی حجابوں کو چاک کر کے معدنِ عظمت تک پہنچ سکیں (حتّٰی تخرق ابصار القلوب حجب النور فتصل الیٰ معدن العظمۃ) تاکہ دل کی آنکھیں حجابِ نور چاک کر کے معدنِ عظمت تک پہنچ جائیں لیکن جس شخص نے ابھی تک ظلماتی حجابوں کو ہی چاک نہیں کیا جس کی پوری توجّہ عالمِ طبیعت کی طرف ہے اور معاذ اللہ جو خدا سے منہ موڑے ہوئے ہے اور اصولی طور پر وہ،

ماورائے دُنیا اور عالم روحانیت سے بے خبر ہے اور منکوس الطبیعتہ ہے یعنی طبیعت اور مادیت پر جھکا ہوا ہے اور کبھی اس منزل میں آیا ہی نہیں کہ اپنا تزکیۂ نفس کرے اور اپنی ذات میں حرکت وقوت اور روحانی ومعنوی قوّت پیدا کرے اور ان تاریک پردوں کو دور کرے جو اس کے دِل پر سایہ کئے ہوئے ہیں اور چھائے ہوئے ہیں اور وہ اَسفل السّافلین میں پڑا ہے کہ جو آخری ظلماتی حجاب ہے۔ (ثم رددناہ اسفل سافلین)

(پھر ہم نے اسے پست ترین درجہ کی طرف لوٹا دیا۔)

حالانکہ خدا نے تو انسان کو اعلیٰ ترین مرتبہ ومقام میں پیدا کیا تھا۔ (لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم)[1]

بیشک ہم نے انسان کو بہترین تقویم میں پیدا کیا ہے

تو جو شخص خواہشاتِ نفس کی پیروی کرے اور جس دِن سے اس نے اپنے آپ کو پہچانا ہے سوائے طبیعت ومادّہ اور عالمِ ظلماتی کے کسی طرف متوجہ نہیں ہوا اور جس نے کبھی سوچا ہی نہیں کہ ہو سکتا ہے کہ اس آلودہ اور تاریک دنیا کے علاوہ بھی کوئی

۱- سورۃ التین، آیہ ۴-۵

جگہ اور مقام ہو وہ ظلماتی حجاب میں گھرا ہوا ہے۔

وَلَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنَاهُ بِهَا وَلَٰكِنَّهُ أَخْلَدَ إِلَى الْأَرْضِ وَاتَّبَعَ هَوَاهُ فَمَثَلُهُ كَمَثَلِ الْكَلْبِ إِنْ تَحْمِلْ عَلَيْهِ يَلْهَثْ أَوْ تَتْرُكْهُ يَلْهَثْ ذَٰلِكَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا فَاقْصُصِ الْقَصَصَ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ:۱

اگر ہم چاہتے تو یقیناً اس کے ایمان کو باقی رکھ سکتے تھے اور اس کے مرتبے کو ان آیات کے سبب بلند کر سکتے تھے جنھیں وہ جانتا تھا لیکن اسنے دنیا کو چاہا اور اپنے آرزو اور ہوائے نفس کی متابعت کی تو ہم نے بھی اِسے اس کے حال پر چھوڑ دیا، پس اس کی مثال کتے کی مثال ہے کہ اگر اس پر حملہ کرو تو اپنی زبان باہر نکالتا ہے اور اگر اپنے حال پر چھوڑ دو تو جب بھی اس کی زبان نکلی رہے گی۔ اس کی مثال اس قوم کی سی ہے کہ جس نے آیات الہٰی کی تکذیب کی۔ پس ان کے لیے گذشتہ قصّوں کو دھراؤ۔ شاید کہ وہ تفکر کی منزل پر آہیں۔

توانسان اسی دِل کے ساتھ جو گناہ سے آلودہ ہو کر ظلماتی پردہ میں

چھپا ہوا ہے، اس روح کے ساتھ جو زیادہ گناہوں اور نافرمانیوں کے نتیجہ میں خدا سے دور ہو چکا ہے اور اس ہوس پرستی اور دنیا طلبی کے ساتھ کہ جس نے اس کی عقل اور حقیقت بین چشم کو اندھا کر دیا ہے حجاباتِ ظلماتی سے چھٹکارا حاصل نہیں کر سکتا چہ جائیکہ وہ حجاباتِ نورانی کو چاک کر کے انقطاع الی اللہ کی منزل حاصل کر سکے وہ خواہ کتنا ہی مقامِ اولیاء کا منکر نہ ہو اور عوالمِ برزخ، پل صراط، معاد و قیامت حساب و کتاب، بہشت اور دوزخ کو افسانہ نہ سمجھتا ہو، مگر گناہوں کے اثر اور دنیا سے وابستگی کے نتیجہ میں بتدریج اُن حقائق کا منکر ہو جاتا ہے، اولیاء اللہ کی منزلت سے انکار کرنے لگتا ہے حالانکہ اولیاء کی منزلت ان چند جملوں سے زیادہ نہیں جو اِس دعا اور مناجات میں وارد ہوئی ہے۔

علمِ وایمان کا مرحلہ

کبھی کبھی آپ یہ دیکھتے ہیں کہ انسان ان حقائق کا علم تو رکھتا ہے۔ لیکن ایمان نہیں رکھتا۔ مردے کو غسل دینے والا مردے سے نہیں ڈرتا کیوں کہ اسے یقین ہے کہ مردے میں اذیت پہنچانے کی طاقت نہیں ہے۔ ہاں جب وہ زندہ تھا اور بدن میں روح موجود تھی وہ اس وقت کچھ کرسکتا تھا۔ چہ جائیکہ اب کچھ کرسکے جبکہ خالی ڈھانچہ پڑا ہے۔ لیکن جو لوگ مردے سے ڈرتے ہیں وہ اس حقیقت پر ایمان نہیں رکھتے صرف علم رکھتے ہیں اسی طرح لوگ خدا اور روزِ جزا کے جاننے والے ہیں لیکن انہیں یقین نہیں جو کچھ عقل نے بتایا ہے دِل اس سے بے خبر ہے دلیل و برہان کے ذریعہ تو جانتے ہیں کہ خدا ہے۔ معاد و قیامت بھی ہے لیکن یہی برہانِ

عقلی ممکن ہے، حجاب بن جائے اور نورِ ایمان کو دِل پر روشنی نہ ڈالنے دے جب تک کہ خداوندِ عالم اِسے ظلمات وتاریکیوں سے نکال کر عالم نور وروشنی میں داخل نہ کر دے۔ اللہ ولی الذین آمنو یخرجھم من الظلمات الی النور۔۱ (خدا ایمان لانے والوں کا ولی ہے جو انھیں تاریکیوں سے نکال کر نور کی طرف لے جاتا ہے۔) جس کا خدا ولی ہے اور وہ اسے ظلمات سے نکالتا ہے پھر وہ گناہ کا مرتکب نہیں ہوتا وہ کسی کی غیبت نہیں کرتا وہ کسی پر تہمت نہیں لگاتا وہ برادرِ ایمانی سے کینہ وحسد نہیں رکھتا وہ اپنے دِل میں نورانیت محسوس کرتا ہے اس کی نگاہ میں دنیا و مافیہا کی کوئی قیمت و وقعت نہیں رہتی جیسا کہ امیر المومنینؑ فرماتے ہیں کہ" اگر تم دنیا اور جو کچھ اس میں ہے مجھے دو کہ میں جَو کا ایک چھلکا چیونٹی کے منہ سے جبراً اور برخلافِ عدالت چھین لوں تو میں اُسے ہرگز قبول کرنے کو تیار نہیں ہوں۔

قَالَ اَمِیرُ الْمُؤمِنِینَؑ: وَاللّٰہِ لَوْ اُعْطِیتُ الاَقَالِیمَ السَّبْعَۃَ بِمَا تَحْتَ اَفْلَاکِھَا عَلٰی اَنْ

۱۔ بقرہ، آیت ۲۷۵

۲۔ شرحِ نہج البلاغہ عبدہ، جز ۲، ص ۲۴۵، کلام ۲۱۹

أَعْصِيَ اللّٰهَ فِي نَمْلَةٍ أَسْلُبُهَا جُلْبَ شَعِيرَةٍ مَا فَعَلْتُ:

امیر المومنین علیہ السّلام نے فرمایا: خدا کی قسم اگر ہفت اقلیم اور زیرِ فلک کی جملہ چیزیں مجھے اس لیے بخش دی جائیں کہ میں چیونٹی کے منہ سے ایک جَو کے چھلکے کو ناحق چھین لوں تو میں ہرگز اسے انجام دینے پر آمادہ نہیں ہوں گا۔

لیکن آپ میں سے بہت سے اشخاص ہر چیز کو پائمال کر دیتے ہیں۔ بزرگانِ دین کی غیبت کرتے ہیں اگر دوسرے لوگ کسی عام پرچون والے یا عطار کی غیبت کرتے ہیں تو یہ علماء اسلام کیطرف ناروا نسبت دیتے ہیں ان کی اہانت کرتے ہیں ان کے حق میں جسارت کرتے ہیں کیوں کہ ان کا ایمان ابھی راسخ نہیں ہوا ہے اور وہ اپنے اعمال و کردار کی سزا کو باور نہیں کرتے۔ عصمت ایمان کے بغیر کامل نہیں ہوتا۔

انبیاءؑ اور اولیاء کی عصمت کے یہ معنی نہیں ہیں کہ جبرئیلؑ ان کا ہاتھ پکڑے ہوئے ہیں (بیشک اگر جبرئیل کسی بُرے شخص کا ہاتھ پکڑے رہیں تو وہ بھی کبھی گناہ نہیں کرسکے گا) بلکہ عصمت

ایمان سے پیدا ہوتی ہے۔ اگر انسان خداوندِ عالم پر ایمان رکھتا ہو اور دِل کی آنکھ سے سورج کی طرح خدا کو دیکھ رہا ہو تو پھر ممکن ہی نہیں کہ وہ گناہ اور معصیت کا مرتکب ہو جیسا کہ کسی صاحبِ قدرت مسلح شخص کے سامنے عصمت ظاہر ہوتی ہے۔ یہ خوفِ حضوری خدا کے اعتقاد کا نتیجہ ہے جو انسان کو گناہ کرنے سے محفوظ رکھتا ہے۔ معصومین علیہم السّلام طینتِ پاک سے خلقت کے بعد ریاضت، کسبِ نورانیت اور ملکاتِ فاضلہ کے زیرِ اثر ہمیشہ اپنے آپ کو خدا کے حضور دیکھتے ہیں (جو کہ تمام چیزوں کو جانتا اور تمام امور پر احاطہ رکھتا ہے) اور وہ لا الٰہ الا اللّٰہ پر ایمان رکھتے ہوئے باور کرتے ہیں کہ خدا کے علاوہ ہر شخص اور ہر چیز فانی ہے اور وہ سرنوشتِ انسان میں کوئی نقش نہیں چھوڑ سکتی۔ کُلُّ شَیئٍ ھَالِكٌ اِلَّا وَجْھَہٗ ۱۔ (اس کے علاوہ ہر چیز ہلاک ہونے والی ہے) اگر انسان یقین اور ایمان رکھتا ہو کہ تمام عوالم ظاہر و باطن خدا کے سامنے ہیں اور خدا ہر جگہ حاضر و ناظر ہے تو حضوریِ حق اور نعمتِ حق کے ہوتے ہوئے ممکن ہی نہیں کہ انسان گناہ کا مرتکب ہو انسان ایک سوجھ بوجھ رکھنے والے بچے کے سامنے گناہ نہیں کرتا اور نہ ننگا ہوتا

۱۔ سورہ قصص۔ آیت: ۸۷

ہے تو پھر کسطرح حقِ تعالیٰ کے سامنے اور محضرِ ربوبیت میں کشفِ عورات کرتا ہے اور گناہ کی پرواہ نہیں کرتا اس کی وجہ یہی ہے کہ بچّہ کے وجود کا ایمان رکھتا ہے لیکن محضرِ ربوبیت کے بارے میں اگر علم رکھتا ہے ایمان نہیں رکھتا بلکہ گناہوں کی زیادتی کے نتیجہ میں چونکہ اس کا دِل سیاہ اور تاریک ہو جاتا ہے لہٰذا اس قسم کے مسائل اور حقائق کو قبول ہی نہیں کرتا بلکہ شاید ان کی صحت اور واقعیت کا احتمال بھی نہیں رکھتا واقعاً اگر انسان احتمال رکھتا ہو (ضروری نہیں اسے یقین ہو) کہ یہ خبریں جو قرآنِ کریم میں آئی ہیں اور جو وعدے وعید کیئے گئے ہیں یہ سچ ہیں تو ضرور اپنے اعمال و کردار میں تجدید نظر کرے گا اور شترِ بے مہار کی مانند بے پرواہ اِدھر اُدھر نہیں ڈولے گا۔

اگر آپ کو احتمال ہو کہ راستے میں کوئی درندہ ہے اور یہ خطرہ ہو کہ وہ آپ کو اذیّت اور تکلیف پہنچائے گا یا کوئی مسلّح شخص کھڑا ہے جو شاید آپ کو نقصان پہنچا دے تو آپ اس راستہ سے گریز کریں گے۔ اور اس خبر و مقام کی تحقیق اور تجسّس کریں گے تو پھر کیا یہ ممکن ہے کہ کوئی شخص جہنّم کے وجود اور اس میں ہمیشہ رہنے کا احتمال رکھے مگر اس کے باوجود گناہوں سے باز نہ آئے۔ کیا یہ کہا جا سکتا ہے کہ کوئی شخص خدا کو حاضر و ناظر سمجھتے ہوئے اپنے آپ کو دربارِ الٰہی

میں مشاہدہ کرے اور یہ احتمال بھی رکھے کہ اس کی گفتگو اور کردار کی اسے جزا ملتی ہے، اسے حساب وکتاب بھی دینا ہے اور وہ اس دنیا میں جو لفظ بھی کہتا ہے جو قدم بھی اٹھاتا ہے جس عمل کا بھی مرتکب ہوتا ہے وہ ثبت وضبط ہو جاتا ہے اور خدا کے فرشتے جو رقیب و عتید[1] ہیں اس کی گھات میں ہیں اور اس کے تمام اقوال وافعال کو لکھ رہے ہیں۔ مگر پھر بھی وہ غلط اعمال کے ارتکاب کی پرواہ نہ کرے۔ دکھ تو یہ ہے کہ ان حقائق کے وقوع کا احتمال بھی نہیں رکھا جاتا بعض لوگوں کی راہ وروش اور کیفیت سیر وسلوک سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ عالمِ ماوراء الطبیعات کا احتمال بھی نہیں رکھتے۔ کیوں کہ صرف احتمال بھی انسان کو بہت سے نامناسب افعال سے باز رکھنے کے لیے کافی ہے۔

1۔ مایلفظ من قولٍ الا لدیہ رقیب عتید

(قرآن کریم۔ سورہ ق۔ آیت ۱۷)

سلوک میں پہلا قدم بیداری ہے

آپ کب تک خوابِ غفلت کی زندگی بسر کرتے رہیں گے اور فساد و تباہی میں ڈوبے رہیں گے۔ خدا سے ڈریے۔ آخرت پر غور کیجئے اور خوابِ غفلت سے جاگیے۔ آپ ابھی تک بیدار نہیں ہوئے ہیں ابھی تک آپ نے پہلا قدم ہی نہیں اٹھایا ہے۔ راہِ خدا میں چلنے کا پہلا قدم بیداری ہے مگر آپ تو سوئے ہوئے ہیں۔ بظاہر آنکھیں کھلی ہوئی ہیں لیکن دل خواب آلود ہیں۔ گناہ کے نتیجہ میں دل، سیاہ، زنگ آلود اور خوابیدہ نہ ہو تو آپ اس طرح بے دھڑک اور بے جھجک ہو کر غلط اعمال نہ کریں اور نہ ہی غلط اقوال کہیں اگر آپ کو ذرا امورِ آخرت کا خیال ہوتا اور اس کی ہولناک سزاؤں سے خوف آتا تو آپ اپنے اوپر عائد ہونے والی سخت قسم کی ذمہ داریوں

اور شرعی پابندیوں کو اہمیّت دیتے۔

آپ کی ایک دنیا اور بھی ہے، معاد اور قیامت بھی آپ کے لیے ہے (آپ اُن موجودات کی طرح نہیں ہیں جن کے لیے واپسی نہیں ہے) آپ کیوں عبرت حاصل نہیں کرتے، کیوں نہیں سوچتے، کیوں لاپرواہی اور آسانی سے اپنے مسلمان (مومن) بھائیوں کی غیبت کرتے ہیں اور ان کو بُرا کہنے پر لگے رہتے ہیں۔ کیا آپ کو معلوم ہے کہ یہ زبان جو غیبت کے لیے چلتی ہے۔ قیامت کے دن دوسروں کے پاؤں تلے روندی جائے گی؟

کیا آپ کو معلوم ہے الغیبۃ ادام کلاب النّار (غیبت جہنّم کے کتوں کی خوراک ہے)

قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ (ص): وَکَذَبَ مَنْ زَعَمَ اَنَّہُ وَلَدٌ مِنْ حَلَالٍ وَھُوَ یَاکُلُ لُحُومَ النَّاسِ بِالغِیبَۃِ فَاِنَّھَا اِدَامُ کِلَابِ النَّارِ ۱

آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا: "جو شخص غیبت کر کے لوگوں کا گوشت کھاتا ہے اور حلال زادہ ہونے کا دعویٰ کرتا ہے، وہ جھوٹ بولتا ہے۔"

کبھی آپ نے سوچا کہ ان اختلافات، جھگڑے، حسد، بدگمانیوں،

خود غرضیوں، غرور اور تکبر کا کتنا برا انجام ہوگا۔ کیا آپ کو معلوم ہے کہ ان پست اور حرام اعمال کا انجام جہنّم ہے۔ ممکن ہے کہ یہ معاملہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جہنّم میں رہنے کے لیے طول کھینچے۔

خدا نہ کرے کہ انسان ان بیماریوں میں مبتلا ہو جائے جن میں درد نہ ہو، درد والے امراض انسان کو اس بات پر ابھارتے ہیں کہ وہ اس کا ازالہ کرے ڈاکٹر کے پاس جائے، اسپتال سے رجوع کرے لیکن وہ مرض جس میں درد کا احساس نہیں ہوتا بہت خطرناک ہے اور وہ اس وقت سمجھ میں آتا ہے جب پانی سر سے گذر چکا ہوتا ہے۔

اگر روحانی امراض میں درد ہوتا تو یقیناً شکر کا مقام ہوتا اسلیئے کہ انسان اس درد کے زیرِ اثر کبھی نہ کبھی اپنا علاج ضرور کراتا، لیکن کیا کیا جائے کہ ان خطرناک امراض میں درد نہیں ہوتا، غرور اور خود غرضی کے مرض میں درد نہیں ہوتا۔ اسی طرح باقی تمام معاصی بھی درد پیدا کئے بغیر قلب اور روح کو تباہ کر دیتے ہیں۔ ان تمام امراض میں صرف یہی نہیں کہ درد نہیں ہوتا بلکہ اس کی بڑی پر کیف ظاہری صورت بھی ہوتی ہے۔ وہ محفلیں جو غیبت سے مزّین ہوتی ہیں بڑی گرم اور میٹھی ہوتی ہیں۔ حب ذات اور حُبِّ دنیا جو تمام گناہوں کی جڑ ہے بڑی لذّت آفرین ہوتی ہے۔ استسقاء کا مریض پانی پی پی کر مر جاتا ہے مگر

اس عمل میں لذّت محسوس کرتا ہے۔ اگر انسان کو کسی مرض سے لذت حاصل ہو اور اس میں درد کا شائبہ نہ ہو تو یقیناً وہ اس کے علاج کے در پے نہیں ہوگا اور جتنا بھی اسے ڈرایا جائے کہ یہ تمھارے لیے مضر اور جان لیوا ہے وہ ہرگز اس پر یقین نہیں کرے گا۔

قَالَ اَمِیرُ الْمُؤْمِنِینَ ؑ: اَیُّهَا النَّاسُ اِیَّاکُمْ وَحُبَّ الدُّنْیَا فَاِنَّهَا رَاْسُ کُلِّ خَطِیئَةٍ وَبَابُ کُلِّ بَلِیَّةٍ وَقِرَانُ کُلِّ فِتْنَةٍ وَدَاعِی کُلِّ رَزِیَّةٍ ١

حضرت علی علیہ السّلام نے فرمایا: "اے لوگو دُنیا کی دوستی سے کنارہ کرو کہ وہ تمام خطاؤں کا سَر اور تمام بلاؤں کا در ہے۔ اس کی دوستی ہر قسم کے فتنوں سے قربت اور ہر درد و بلا کو آواز دینے والی ہے۔"

اگر انسان دنیا پرستی اور ہوای نفس کا شکار ہو جائے اور دُنیا کی محبّت اس کے قلب میں سما جائے تو وہ دنیا و مافیہا کے علاوہ دوسری چیزوں سے بیزار ہو جائے گا اور نعوذ باللہ اللہ سے، اس کے بندوں سے، اس کے پیغمبروں، ولیوں اور فرشتوں سے دشمنی کرنے لگے گا۔

١- تحف العقول، ص: ١٥٣

اوران سے بغض وحسد وکینہ رکھے گا اور جس وقت فرشتے خدا کے حکم سے اس کی روح قبض کرنے کے لیے آئیں گے تو وہ انتہائی نفرت اور رنجیدگی محسوس کرے گا۔ کیوں کہ وہ دیکھے گا کہ خداوندِ عالم اور ملائکہ اس کو اس کی محبوب دُنیا ومافیہا سے جُدا کر رہے ہیں اور ہو سکتا ہے کہ وہ خدا سے دشمنی اور عداوت لے کر دنیا سے رخصت ہو۔

شہر قزوین کے ایک بزرگ (ان پر خدا کی رحمت ہو) نقل کرتے تھے میں ایک شخص کے پاس گیا جو نزع کی حالت میں تھا اس نے اپنی زندگی کے آخری لمحات میں آنکھیں کھولیں اور کہنے لگا خدا نے میرے ساتھ جو ظلم کیا ہے کسی نے ایسا ظلم نہیں کیا کیوں کہ میں نے بڑی شفقت اور محنت سے ان بچّوں کی تربیت کی اور انہیں بڑا کیا اب خدا چاہتا ہے کہ مجھے ان سے جدا کرے کیا کوئی ظلم اس سے بھی بڑھ کر ہو سکتا ہے۔

اگر انسان اپنے آپ کو مہذب نہ بنائے اور دُنیا کی محبّت اپنے دِل سے نہ نکالے تو اس بات کا خطرہ ہے کہ وہ مَرنے کے وقت خدا اور اولیاء سے بغض وکینہ سے بھرے ہوئے دِل کے ساتھ جان دیدے۔ انسان کے لیے اپنے کاموں کے خطرناک انجام درپیش ہوں۔ یہ اشرف المخلوقات اس شوم و بدبخت سرنوشت سے دست بگریبان ہے کیا یہ

بے لگام انسان اشرف المخلوقات ہے یا حقیقت میں بدترین مخلوق ہے۔ وَالْعَصْرِ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ اِلَّا الَّذِیْنَ آمَنُوْا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ[1] (قسم ہے خاص زمانہ کی بیشک نوعِ انسان خسارے میں ہے مگر وہ لوگ جو ایمان لائے اور جنھوں نے نیک کام کیے اور جنھوں نے ایک دوسرے کو حق اور صبر کی وصیت کی) اس سورہ میں صرف مومنین کا استثنیٰ ہے کہ جو نیک کام انجام دیتے ہیں اور بہترین خالص عمل وہ ہے جو روح کے لیے سازگار ہو۔ لیکن آپ دیکھیں گے کہ انسان کے بہت سے اعمال ایسے ہیں جو جسم کے لیے مناسب ہیں۔

اگر آپ چاہتے ہیں کہ حُبِّ دُنیا اور حُبِّ نفس آپ کو گھیر لے اور آپ کو اس قابل نہ رکھے کہ آپ حقائق و واقعات کا ادراک کریں اپنے عمل کو اللہ کے لیے خالص کریں اور آپ کو حق اور صبر کی تلقین سے باز رکھے' آپ کی ہدایت کی راہ میں حائل ہو جائے تو آپ خسارے میں ہوں گے اور خَسِرَ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃَ (دنیا و آخرت کا خسارہ ہے۔) کے مصداق بنیں گے کیوں کہ جوانی کھو بیٹھے ہیں جنّت کی نعمتوں اور آخرت کے فوائد سے بھی محروم ہو چکے ہیں اور دنیا بھی آپ کے پاس نہیں ہے۔ دوسرے

۱۔ سورہ العصر

لوگ اگر جنّت میں نہیں جا سکتے اور رحمتِ خداوندی کے دروازے ان پر بند ہیں اور جہنم میں ہمیشہ رہیں گے تو کم از کم دنیا تو ان کے پاس ہے؟ وہ دنیوی فوائد سے بہرہ مند تو ہیں مگر آپ .....

اس سے بچو کہ خدانخواستہ محبّت دنیا اور محبّت نفس آہستہ آہستہ آپ میں بڑھتی جائے اور معاملہ یہاں تک پہنچ جائے کہ شیطان آپ کا ایمان چھین لے، اور کہا جاتا ہے کہ شیطان کی سر توڑ کوشش ہوتی ہے کہ آپ سے آپ کا ایمان چھین لے۔ کسی نے آپ کو یہ سند نہیں دی کہ آپ کا ایمان ثابت رہے گا۔ شاید آپ کا ایمان امانت رکھا ہوا ہو اور آخر کار شیطان آپ سے لے لے اور آپ خدا اور اس کے اولیاء کی دشمنی لے کر دنیا سے رخصت ہو جائیں۔

وَمِنْ کَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ: فَمِنَ الْاِيمَانِ مَايَكُونُ ثَابِتاً مُسْتَقِراً فِي الْقُلُوبِ وَمِنْهُ مَايَكُونُ عَوَارِيَ بَيْنَ الْقُلُوبِ وَالصُّدُورِ اِلَىٰ اَجَلٍ مَعْلُومٍ [1]

حضرت علیؑ سے مروی ہے کہ: "ایمان کی دو قسمیں ہیں ایک وہ ایمان ہے جو دلوں میں مستقر ہوتا ہے اور دوسرا وہ ہے کہ جو دل اور سینہ کے درمیان روزِ اجل تک مستعار ہے۔ ممکن ہے کسی وقت بھی

۱۔ شرح نہج البلاغہ عبدہ جز ۳، ص ۱۵۲

زائل ہو جائے اس لیے کہ مستقر نہیں ہے)

آپ نے عمر کے ایک طویل حصّے تک نعماتِ خداوندی سے استفادہ کیا، خوب مزے اُڑاے اور امامِ زمانہ کے دستر خوان پر بیٹھے ایسا نہ ہو کہ دمِ آخر آپ اپنے ولی نعمت کی دشمنی کے ساتھ جان دیں۔ آپ کا دنیا میں اگر کوئی تعلق و ربط ہے تو اسے منقطع کرنے کی کوشش کریں۔ یہ دنیا اپنے تمام ظاہری زرق برق اور چمک دمک کے باوجود اس سے زیادہ حقیر و پست ہے کہ اس سے محبّت کی جائے چہ جائیکہ انسان اس مظاہر زندگی سے بھی محروم رہ جائے آپ کے پاس دنیا کی کونسی چیز ہے جس سے آپ کو دِل بستگی ہو۔ آپ ہیں اور یہ مسجد، محراب، مدرسہ یا پھر مکان کا کونہ، کیا یہ درست اور مناسب ہے کہ آپ مسجد و محراب کے لیے ایک دوسرے سے دشمنی اور نفرت رکھیں۔ آپس میں جھگڑا کریں اور معاشرے کو خراب کریں۔ اگر آپ کی زندگی اہلِ دنیا کی طرح عمدہ اور خوشحال ہوتی اور اگر آپ خدانخواستہ اپنی زندگی کو عیش و نوش میں گزارتے تب بھی آخر عمر میں آپ کو یہ سب اچھے خواب کی طرح لگتا۔ لیکن اس کا عذاب اس کی عقوبتیں اس کی ذمہ داریاں اور جواب دہی ہمیشہ آپ کی گردن پر پڑے رہتے۔ یہ زود گذر بظاہر عیش و آرام کی زندگی (وہ بھی اس صورت میں کہ بہت اچھی گذری ہو)

غیر متناہی عذاب کے مقابلہ میں کوئی حیثیت و وقعت نہیں رکھتی۔ اہلِ دنیا کا عذاب بعض اوقات لامتناہی ہوتا ہے۔

اہلِ دنیا جو یہ خیال کرتے ہیں کہ انھوں نے دنیا حاصل کرلی ہے اور وہ اسکے تمام منافع اور مفادات سے مستفید ہیں غفلت اور اشتباہ سے دوچار ہیں۔ ہر شخص دنیا کو اپنے ماحول اور محل زیست کے دریچے سے دیکھتا ہے اور خیال کرتا ہے کہ دنیا بس یہی ہے جو اس کے پاس ہے حالانکہ یہ عالم اجسام اس سے زیادہ وسیع ہے کہ جس کا انسان تصور کرتا ہے اور سمجھتا ہے کہ وہ اس کے قبضہ میں ہے اور اس کی سیر کر رہا ہے۔ ذرائع اور وسائل سے بھری اس دنیا کے بارے میں روایت ہے کہ : مَا نَظَرَ اِلَیھَا نَظرَ رَحْمَةٍ (خدا نے اس پر رحمت کی نگاہ ڈالی ہے) تو اب دیکھنا اور سوچنا یہ نہیں ہے کہ وہ دوسرا عالم جس پر خدا نے نظرِ رحمت فرمائی ہے وہ کس طرح کی ہے۔ وہ معدنِ عظمت جس کی طرف انسان کو بلایا ہے وہ کیا ہے؟ اور کیسا ہے؟ انسان اس سے کمتر ہے کہ وہ معدنِ عظمت کی حقیقت کا ادراک کرے اور سمجھے۔

اگر آپ اپنی نیّت کو خالص رکھیں اور اپنے عمل کو صحیح کریں۔ حُبِّ نفس اور حُبِّ جاہ کو دِل سے نکال دیں تو مقاماتِ عالیہ اور

درجات رفیعہ آپ کے لیے ہیں۔ یہ دنیا اور اس میں کی ہر چیز اپنی تمام تر بناوٹی جلوہ سامانیوں کے ساتھ اس مقام کے مقابلہ میں ایک دمڑی سے بھی کم ہے جسے اللہ نے اپنے صالح بندوں کے لیے منتخب کیا ہوا ہے۔ کوشش کرو کہ ایسے مقاماتِ عالیہ تک پہنچو اور اگر آپ اپنے آپکو سنوار سکے، ترقی کی منزلیں طے کر سکے یہاں تک کہ ان مقاماتِ عالیہ اور درجاتِ رفیعہ سے بھی بے اعتنا ہو گئے اور خدا کی عبادت ان امور تک پہنچنے کے لیے نہیں بلکہ اس لیے کی کہ وہ لائقِ عبادت و کبریائی ہے اور اسی خیال سے سر کو سجدہ میں رکھا اور پیشانی خاک پر ملی تو یہ وہ منزل ہو گی جب آپ حجب نور کو چاک کر کے معدنِ عظمت تک پہنچیں گے لیکن کیا آپ اس موجودہ کردار اور اعمال کے ساتھ جس راستے پر چل رہے ہیں ایسے مقام تک پہنچ سکیں گے؟

قَالَ اَمِیرُ الْمُؤْمِنِینَ (ع) اِنَّ قَوْماً عَبَدُوا اللّٰہَ رَغْبَۃً فَتِلْکَ عِبَادَۃُ التُّجَّارِ وَاِنَّ قَوْماً عَبَدُوا اللّٰہَ رَھْبَۃً فَتِلْکَ عِبَادَۃُ الْعَبِیدِ وَاِنَّ قَوْماً عَبَدُوا اللّٰہَ شُکْراً فَتِلْکَ عِبَادَۃُ الْاَحْرَارِ[1]

حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں: "کچھ لوگوں نے

[1] شرح نہج البلاغہ عبدہ، ص ۲۰۶، ج ۳

اللہ کی عبادت سود و منفعت کے پیش نظر کی یہ تاجروں کی عبادت ہے، کچھ نے خوف کی بنیاد بنا کر سجدہ کیا یہ غلاموں کی عبادت ہے اور کچھ نے اس لیے پرستش کی کہ اس کی نعمتوں کی سپاسگزاری ہو یہ آزاد لوگوں کی عبادت ہے۔

کیا آپ کے لیے عقوباتِ الہیٰ سے نجات اور عقباتِ ہولناک اور جہنّم کی آگ سے گریز آسان ہو گا؟

آپ یہ خیال کرتے ہیں کہ ائمہ علیہم السّلام کا گریہ و بُکا اور سیّد سجّاد[۴] کے نالے اور آہ وزاری تعلیم سِکھانے کے لیے تھے اور وہ یہ چاہتے تھے کہ دوسرے سیکھ لیں حالانکہ وہ حضرات اپنی ان تمام معنویات اور مرتبوں کی بلندی کے باوجود خوفِ خدا سے گریہ کرتے تھے اور سمجھتے تھے کہ جو راستہ انھیں درپیش ہے اس کا طے کرنا کتنا مشکل اور خطرناک ہے انھیں ان مشکلات، سختیوں اور پُلِ صراط عبور کرنے کی دشواریوں (جس کی ایک طرف دنیا اور دوسری طرف آخرت ہے اور بیچ سے دوزخ گزرتی ہے) کا علم تھا۔ وہ قبر کے حالات برزخ، قیامت اور اس کی تمام ہولناکیوں سے آگاہ تھے۔ یہی وجہ ہے کہ انہیں کسی وقت بھی چین نہیں آتا تھا اور وہ ہمیشہ آخرت کی شدید عقوبتوں سے خدا کی پناہ مانگتے تھے۔

لیکن آپ نے ان ہولناک گھاٹیوں اور جانفرسا عقوبتوں کے لیے کیا سوچا ہے۔ کون سی راہ تلاش کی ہے؟ آپ کس وقت اپنی اصلاح اور تہذیب کی منزل میں آئیں گے؟ آپ تو ابھی جوان ہیں۔ زورِ جوانی آپ میں موجود ہے۔ اپنے قویٰ پر تسلّط ہے۔ اعضاء میں ضعف نہیں ہے۔ جسمانی کمزوری آپ پر غالب نہیں آئی۔ اگر آپ نے تزکیۂ نفس اور اپنے سنوارنے کی فکر نہ کی تو پھر بڑھاپے میں جب کمزوری، سستی، ڈھیلاپن اور سردی آپ کے جسم و جان پر چھا جائے گی، قوّتِ ارادی، صمیمِ قلبی، مقاومت اور مقابلۂ نفس آپکے ہاتھ سے چھن جائے گا، اور گناہ و معصیّت کا بوجھ آپ کے دِل کو زیادہ سیاہ کر دے گا تو اس وقت کس طرح آپ اپنے آپ کو سنواریں گے؟ اور کس طرح اپنی تہذیبِ نفس کریں گے؟ آپ جو سانس لیتے ہیں جو قدم اٹھاتے ہیں اور آپ کی زندگی کے جتنے لمحے گزرتے جاتے ہیں، اصلاح اتنی ہی زیادہ مشکل ہوتی جائے گی۔ ممکن ہے سیاہی و تباہی زیادہ ہو جائے۔ جتنا انسان کا سن بڑھتا جاتا ہے اتنی حصولِ سعادت سے محرومی بڑھتی جاتی ہے اور قوّت و طاقت کم تر ہوتی جاتی ہے اور جب آپ بڑھاپے تک پہنچ جائیں گے تو پھر تہذیبِ نفس اور کسبِ فضیلت مشکل ہوگی اور آپ توبہ بھی نہیں کر سکیں گے کیوں کہ توبہ صرف (اتوب

الی اللہ) (بارگاہِ خدا میں توبہ کرتا ہوں) کہنے سے محقق اور ثابت نہیں ہوتا بلکہ اس میں ندامت پشیمانی اور ترکِ گناہ کا عزم بالجزم ضروری ہوتا ہے۔ یہ پشیمانی اور ترکِ گناہ کا عزم ان لوگوں کو حاصل نہیں ہو سکتا جو پچاس سال یا ستّر سال غیبت اور جھوٹ بولنے کے مرتکب رہے ہوں اور جنھوں نے اپنی داڑھی گناہ اور معصیت میں سفید کی ہو ایسے لوگ آخر عمر تک گناہ میں مبتلا رہتے ہیں۔

جوان اس انتظار میں نہ بیٹھے رہیں کہ بڑھاپے کی گرد ان کے سَر اور چہرے کو سفید کر دے۔ ہم بڑھاپے تک پہنچ چکے ہیں اور اس کے مصائب و مشکلات سے واقف ہو چکے ہیں۔ آپ جب تک جوان ہیں کچھ کام کر سکتے ہیں۔ جب تک جوانی کی قوّت اور ارادہ آپ میں موجود ہے۔ آپ خواہشاتِ نفسانی، مرغوبات، ہوسہائے حیوانی کو اپنے سے دور کر سکتے ہیں۔ اگر آپ نے جوانی میں اپنی اصلاح اور سنورنے کی فکر نہ کی تو بڑھاپے میں معاملہ ہاتھ سے نکل جائے۔ جب تک جوان ہو کچھ غور و فکر کر لو۔ بڑھاپے اور فرسودگی کا انتظار نہ کرو۔

جوان کا دِل لطیف اور ملکوتی ہوتا ہے اور اس میں بدی کے محرکات کمزور ہوتے ہیں۔ لیکن جتنا سِن و سال بڑھتا جاتا ہے گناہ کی جڑ دِل میں زیادہ قوی اور مزید مستحکم ہوتی جاتی ہے اور پھر اس حَد

تک پہنچ جاتی ہے کہ اس کا دِل سے اُکھاڑ پھینکنا ممکن نہیں رہتا جیساکہ روایت میں ہے کہ انسان کا دِل ابتداء میں آئینہ کی طرح صاف وشفاف اور نورانی ہوتا ہے اور جو گناہ انسان سے سرزد ہوتا ہے اس سے دل میں ایک سیاہ نقطہ پیدا ہو جاتا ہے جتنے گناہ زیادہ ہوتے چلے جاتے ہیں سیاہ نقطے بڑھتے جاتے ہیں۔

عَنْ زُرَارَةَ عَنْ اَبِی جَعْفَرٍ عَلَیْہِ السَّلَامُ قَالَ: مَا مِنْ عَبْدٍ اِلَّا وَفِی قَلْبِہِ نُکْتَةٌ بَیْضَاءُ، فَاِذَا اَذْنَبَ ذَنْباً خَرَجَ فِی النُّکْتَةِ نُکْتَةٌ سَوْدَاءُ، فَاِنْ تَابَ ذَهَبَ ذٰلِکَ السَّوَادُ، وَاِنْ تَمَادٰی فِی الذُّنُوبِ زَادَ ذٰلِکَ السَّوَادُ حَتّٰی یُغَطِّیَ الْبَیَاضَ، فَاِذَا غَطَّی الْبَیَاضَ لَمْ یَرْجِعْ صَاحِبُہُ اِلٰی خَیْرٍ اَبَداً وَهُوَ قَوْلُ اللّٰہِ عَزَّ وَجَلَّ: بَلْ رَانَ عَلٰی قُلُوبِهِمْ مَا کَانُوا یَکْسِبُونَ: ۱

امام باقر علیہ السّلام فرماتے ہیں: تمام بندگانِ الہٰی کے دِلوں میں ایک سفیدی موجود ہے جب وہ کسی گناہ کے مرتکب ہوتے ہیں تو اس سفیدی میں ایک سیاہی ظہور کرتی ہے۔ اگر وہ توبہ کر لیتے ہیں تو یہ سیاہی زائل

۱۔ وسائل، ج ۱۱، ص ۲۳۹

ہو جاتی ہے اور اگر گناہ میں ان کو اصرار ہوتا ہے تو یہ سیاہی بڑھنے لگتی ہے اور ایک دن ایسا آتا ہے جب سفیدی کا پتہ نہیں چلتا اور جب ایسا وقت آتا ہے تو پھر وہ شخص کبھی خیر اور نیکی نہیں دیکھتا۔" اور یہی ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"بلکہ جو کچھ انھوں نے اپنے عمل سے حاصل کیا وہی چیز ان کے دلوں پر غالب آگئی ہے۔"

معاملہ یہاں تک جا پہنچتا ہے کہ وہ سارے دل کو سیاہ کر دیتے ہیں اور پھر ممکن ہے کہ اس کے بعد اس کے تمام شب و روز خدا کی نافرمانی میں گزریں اور جب وہ بوڑھا ہو جائے تو پھر مشکل ہے کہ دِل پہلی صورت و حالت کی طرف پلٹ آئے اگر آپ نے خدانخواستہ اپنی اصلاح نہ کی اور سیاہ دِل، گناہ آلود آنکھوں، کانوں اور زبان کے ساتھ دنیا سے چل دیئے تو پھر خدا سے کس طرح ملاقات کرو گے خدا کی یہ امانتیں جو انتہائی پاکیزگی اور طہارت کی حالت میں آپ کے سپرد ہوئی تھیں کس طرح آلودگی اور رذالت و پستی کی حالت میں انھیں واپس کرو گے یہ آنکھ اور کان جو آپ کے قبضہ میں ہے یہ اعضاء و جوارح جن کے ساتھ آپ زندگی بسر کر رہے ہیں یہ سب خدا کی امانتیں ہیں۔ جو مکمل پاکیزگی اور درستگی کے ساتھ

آپ کو دی گئی تھیں۔ اگر گناہوں میں مبتلا ہو گئے تو یہ آلودہ ہو جائینگی۔ خدانخواستہ اگر محرمات سے آلودہ ہو گئے تو رذالت و پستی پیدا ہو جائے گی، اور پھر جب آپ ان امانات کو لوٹانا چاہیں گے تو ممکن ہے آپ سے پوچھ لیا جائے کہ کیا امانت اور دیانت کے طور و طریقے یہی ہیں اور کیا ہم نے یہ امانتیں تمھارے اختیار میں اسی حالت میں دی تھیں؟ یہ دِل جو ہم نے تمھیں دیا تھا کیا اس کی یہی صورت تھی؟ یہ آنکھ جو ہم نے تمھارے حوالے کی تھی کیا ایسی ہی تھی؟ اور یہ دوسرے اعضاء و جوارح جو تمھارے قبضہ میں دیئے گئے تھے کیا اسی طرح آلودہ اور کثیف تھے؟ آپ ان سوالوں کا کیا جواب دیں گے؟ آپ اپنے خدا سے ان امانتوں میں کی ہوئی خیانت کے ساتھ کس طرح ملاقات کریں گے؟

آپ جوان ہیں اور اپنی جوانی کو آپ نے ایسے راستے پر لگا رکھا ہے جو دنیاوی طور پر آپ کے لیے کوئی فائدہ مند نہیں۔ اب اگر آپ نے یہ قیمتی اوقات اور جوانی کی بہار راہِ خدا اور مقدس مقصد میں صرف کی تو کوئی ضرر اور نقصان نہیں، بلکہ اس سے تمھاری دنیا اور آخرت محفوظ ہو جائے گی۔ لیکن اگر آپ کی حالت اسی طرح رہی جو دیکھی جا رہی ہے تو آپ نے اپنی جوانی کو تلف اور ضائع کر دیا

اور آپ کی زندگی کا نتیجہ بے ہودہ اور فضول ہوگا اور دوسرے جہاں میں خداوندِ تعالےٰ کے حضور آپ کا سختی سے مواخذہ ہوگا۔ آپ کے ان اعمال اور مفسدہ افعال کی سزا صرف دوسرے جہاں تک ہی محدود نہیں بلکہ آپ اس دنیا میں بھی مشکلات، مصائب اور گوناں گوں شدید گرفتاریوں سے دست و بگریبان ہوکر گردابِ بلا اور سیاہ بختی میں مبتلا ہوں گے۔

بیدار باش کی صدا

آپ کی آنے والی زندگی تاریک ہے ہر طبقہ اور ہر طرف سے بے شمار دشمن آپ کے گرد گھیرا ڈالے ہوئے ہیں آپ کو اور مراکزِ علم کو تباہ کرنے کے خطرناک اور شیطانی منصوبے بنائے جا چکے ہیں سامراجی طاقتیں آپ کے خلاف بہت برے ارادے اور سخت پروگرام رکھتی ہیں وہ اسلام اور مسلمانوں کی تباہی کے لیے خواب دیکھتے ہیں۔ ظاہراً اسلام کا لبادہ اوڑھ کر آپ کے متعلق خطرناک نقشے بنا چکے ہیں۔

آپ فقط تہذیب کے سائے میں اور صحیح تنظیم و ترتیب کے ساتھ ان مفاسد و مشکلات کو اپنے راستے سے ہٹا سکتے ہیں اور ان کے سامراجی منصوبوں کو مفلوج کر سکتے ہیں۔

میں اب اپنی زندگی کے آخری دن گزار رہا ہوں جلد یا بدیر آپ کے درمیان سے چلا جاؤں گا لیکن آپ کو آنے والے تاریک اور سیاہ زمانے کی پیش بینی کر رہا ہوں۔ اگر آپ نے اپنی اصلاح کی تیاری نہ کی اور اپنی زندگی اور درس حصولِ علم کے امور میں نظم وضبط پیدا نہ کیا تو آنے والے تاریک زمانے میں خدانخواستہ تباہ وبرباد ہو کر فنا ہو جاؤ گے جب تک فرصت کے لمحات تمہارے ہاتھ سے نہیں گئے جب تک دشمن آپ کے تمام دینی اور علمی شؤن وکوائف پر قابض نہیں ہوا۔ غور وفکر کرلو، بے دار اور ہوشیار ہو جاؤ اور اٹھ کھڑے ہو پہلے مرحلہ میں اپنی تہذیب وتزکیۂ نفس کرو اور اپنی اصلاح کرو۔ متحد اور منظم ہو جاؤ۔ مراکز علم میں نظم وضبط کو برقرار رکھو، دوسروں کو اس بات کا موقع نہ دو کہ وہ تمہارے علمی مراکز میں نظم و ضبط قائم کریں اور دشمن (اس بہانہ کہ ان میں کام کی صلاحیت نہیں ہے اور یہ کہہ کر کہ بے کار لوگوں کی کھیپ ان مراکز میں جمع ہو گئی ہے) آپ کے علمی مراکز پر چھا جائیں اور نظم وضبط اور اصلاحات کے نام پر ان مراکز کو تباہ وبرباد کریں اور آپکو اپنے تسلّط اور قابو میں لے لیں آپ ہرگز ان کے لیے بہانہ فراہم نہ کیجئے۔ اگر آپ لوگ منظم و مہذّب ہو گئے۔ آپکے تمام جہات، افعال، نظم و ترتیب کے مطابق

ہوئے تو دوسرے لوگ آپ کی طرف طمع و لالچ کی نگاہ نہیں کریں گے۔ ان کے پاس کوئی راستہ نہیں ہوگا جس سے وہ مراکزِ علم اور جامع روحانیت میں نفوذ پیدا کر سکیں۔ آپ اپنے آپ کو آمادہ اور تیار کریں تاکہ مہذب و با اخلاق اور با ادب ہو جائیں اور مفسدوں کی روک تھام کا انتظام کریں جو در پیش ہیں۔ اپنے مراکز کو ان حوادث کا مقابلہ کرنے کے لیے تیار کیجئے۔ آپ کو خدانخواستہ تاریک دِن در پیش ہیں۔ جو منصوبہ ہے اس کی بناء پر آپ کو روز بد دیکھنا پڑے گا۔ سامراجی طاقتیں چاہتی ہیں کہ اسلام کی تمام ترجیحات اور امتیازات ختم کر دیں۔ آپ کو چاہیئے کہ ان کے مقابلے میں کھڑے ہو جائیں۔ لیکن جب حُبِّ نفس، حُبِّ جاہ و حشم اور غرور اور تکبّر میں مبتلا ہو جائیں تو مقابلہ نہیں کیا جا سکتا۔ بُرا عالم دُنیا کے پیچھے رہتا ہے۔ وہ عالم جو حفظِ مسند اور ریاست کی فکر میں ہے وہ اسلام کے دشمنوں کا مقابلہ نہیں کر سکتا، اسکا نقصان اور ضرر دوسروں کی نسبت زیادہ ہے۔ اپنے آپکو خدا کیلئے وقف کر دیں۔ دنیا کی محبّت کو دِل سے نکال دیں۔ تب ہی مقابلہ ہو سکتا ہے۔ ابھی سے اس نکتہ سے اپنے دِل کی تربیت و پرورش کیجئے کہ مجھے اسلام کا ایک مسلّح سپاہی بننا ہے۔ اسلام کے لئے قربان ہونا ہے اور مجھے مرتے دم تک اسلام کے لیے کام کرنا ہے اپنے

لیے یہ بہانے نہ تراشئے کہ اس وقت کا یہ تقاضہ نہیں ہے۔ بلکہ ابھی سے کوشش کیجئے تاکہ آئندہ اسلام کے کام آسکیں۔ مختصر یہ کہ ایک اچّھے انسان بنیں۔

سامراجی طاقتیں صرف انسان اور آدمی سے ڈرتی ہیں۔ وہ یہ چاہتے ہیں کہ ہماری ہر چیز ہضم کر جائیں۔ وہ یہ نہیں چاہتے کہ ہمارے علمی مراکز میں انسان پیدا ہوں۔ انہیں خوف ہے کہ اگر ایک انسان بھی پیدا ہو گیا تو وہ ان سے مزاحمت اور مقابلہ کرے گا اور ان کے فوائد و منافع خطرے میں پڑ جائیں گے۔ آپکی ذمہ داری ہے کہ اپنے آپ کو سنواریں اور انسانِ کامل بن کر دشمنانِ اسلام کے ناپاک منصوبوں کا مقابلہ کریں۔ اگر آپ منظم نہ ہوئے اور ان کے حملوں کا مقابلہ کرنے کے لیے تیار نہ ہوئے جو ہر روز پیکرِ اسلام پر چوٹیں لگاتے جاتے ہیں۔ تو آپ خود بھی تباہ ہو جائیں گے، اور اسلام کے احکام و قوانین بھی فنا کر بیٹھیں گے اور آپ ہی اس کے جواب دہ ہوں گے۔ علماء صاحبانِ علم اور مسلمان جوابدہ ہونگے۔ آپ علماء اور طلاب پہلے اور دوسرے مسلمان بعد میں جوابدہ ہوں گے کلکم راع وکلکم مسئول عن رعیتہ۔ تم میں سے ہر ایک محافظ، نگہبان اور بادشاہ ہے اور ہر ایک سے اسکی رعایا کے متعلق سوال ہوگا۔

اب نوجوانوں کو چاہیئے کہ اپنے ارادے کو قوی اور مضبوط کریں تاکہ ہر ظالم اور ظلم کے مقابلہ میں کھڑے ہو سکیں اور اس کے علاوہ آپکے لیے کوئی علاج نہیں۔ آپ کا، اسلام کا اور اسلامی ممالک کا وقار اس بات میں ہے کہ آپ مقابلہ پر کمر بستہ ہو جائیں اور مقاومت کریں۔

خداوندِ عالم اسلام مسلمانوں اور ممالکِ اسلامیہ کو مخالفین کے شر سے محفوظ رکھے سامراج اور اسلام سے خیانت کرنے والوں کے ہاتھوں کو اسلامی شہروں اور مراکزِ علم سے کوتاہ کرے۔ علماء اسلام اور مراجع عظام کو قرآنِ کریم کے مقدس قوانین کی حفاظت اور اسلام کے پاکیزہ مقاصد کی پیشروی کے لیے موفق و موئید قرار دے۔ روحانیین اسلام کو شدید ذمہ داریوں، عظیم فرائض اور اس زمانے میں جن امور کے سلسلے میں وہ جواب دہ ہیں ان سے آگاہ و آشنا کرے مراکزِ علم و روحانیت کو اسلام کے دشمنوں اور سامراجی طاقتوں کی دسترس اور نفوذ سے محفوظ قرار دے۔

خداوندِ تعالےٰ روحانی اور کالج کے نوجوان طلباء اور تمام مسلمانوں کو خودسازی اور تہذیب اور تزکیۂ نفس کی توفیق عنایت فرمائے ملّتِ اسلام کو خوابِ غفلت سے چونکا دے۔ سستی، کم فہمی اور جمودِ فکری سے آزاد کر دے تاکہ وہ الہام سے قرآن کے نورانی اور انقلابی تعلیمات

سے اپنے آپ میں آکر اپنے پاؤں پر کھڑے ہوں اور اتحاد و یگانگت کے سایہ میں سامراج اور اسلام کے پرانے دشمنوں کے ہاتھوں کو اسلامی ممالک سے قطع کریں اور آزادی، استقلال اور اپنی از دست رفتہ عظمت و بزرگی کو دوبارہ حاصل کریں۔

رَبَّنَا اَفْرِغْ علینا صبرًا وَثَبِّت اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَی الْقَوْمِ الْکَافِرِیْنَ رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَائِنَا۔

ہمارے پروردگار ہم پر صبر کی بارش برسا اور ہمیں ثابت قدم رکھ اور کافر قوم کے خلاف ہماری مدد و نصرت فرما۔ ہمارے پروردگار ہماری دُعا قبول فرما۔

ادارہ تنظیم و نشر آثار امام خمینیؒ